طلوع اسلام

ماہ نومبر
۱۹۵۲

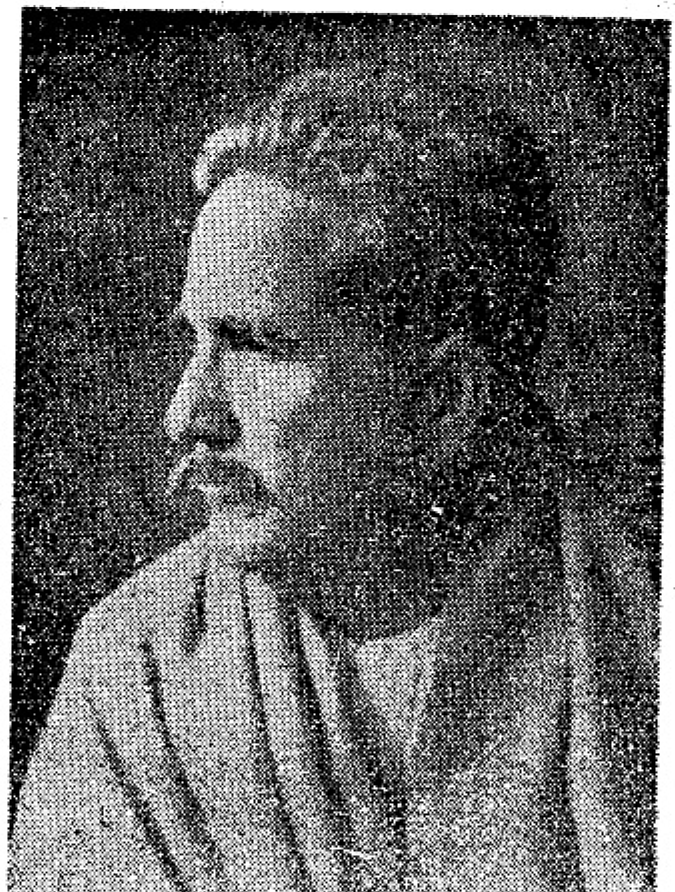

-/10/-

طلوعِ اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ

(۱) تنہا فکرِ انسانی (عقل) زندگی کے مسائل حل کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اسے اپنی راہنمائی کے لئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو روشنی کی۔

(۲) یہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہے اسلئے نوعِ انسانی قرآن کے بغیر اپنی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔

(۳) حق اور باطل کا معیار قرآن ہے۔ ہر وہ بات جو قرآن کے مطابق ہے صحیح ہے جو اس کے خلاف ہے غلط ہے۔

(۴) حضور نبی اکرمؐ، انسانی سیرت و کردار کے بلند ترین مقام پر فائز تھے لیکن عجمی سازشوں نے ہماری تاریخ میں بہت سی ایسی چیزیں شامل کر رکھی ہیں جن سے حضورؐ کی سیرت داغدار ہو کر سامنے آتی ہے۔ ہماری تاریخ کے ایسے تمام حصے (خواہ وہ کسی کتاب میں ہوں) یکسر غلط اور وضعی ہیں۔ حضورؐ کی سیرت کا صحیح معیار خود قرآن کریم ہے۔

(۵) قرآن کی رو سے دنیا میں بسنے والے تمام انسان، ایک عالمگیر برادری کے افراد ہیں۔ اس برادری کے قیام کی عملی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک نظام کے مطابق زندگی بسر کرے۔

اس عالمگیر نظامِ زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق قرآن کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں باہمی مشاورت سے جزئی قوانین خود مرتب کریں (انہیں قوانینِ شریعت کہا جاتا ہے) یہ جزئی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہیں گے۔

(۶) اس نظام کی رو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فردِ معاشرہ اپنی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہیں رہتا (اسے ربوبیتِ عامہ یعنی "تمام نوعِ انسان کی پرورش" سے تعبیر کیا جاتا ہے)۔

ربوبیتِ عامہ کے مقصدِ عظیم کے حصول کیلئے (قرآن کی رو سے) ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرے کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہوتی رہے اور اس طرح کوئی انسان دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے اسے "قرآنی نظامِ ربوبیت" کہا جاتا ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ

پاکستان میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں، قرآنی نظامِ ربوبیت نافذ ہو جائے تاکہ صفاتِ خداوندی کی روشنی میں ہر انسان کی دبی ہوئی صلاحیتیں کامل نشوونما پا سکیں اور اس طرح

"زمین اپنے پرورش دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے"

طلوعِ اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوعِ اسلام کا ساتھ دیجیے۔

قرآن نے کیا کہا؟

مہاتما بدھ نے دیکھا کہ دنیا مصیبتوں سے بھری ہوئی ہے۔ ہر طرف دکھ ہی دکھ ہے۔ ہزاروں انسان بھوک سے مر رہے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ مریض، درد کی شدت سے کراہ رہے ہیں اور کوئی غمخوار نہیں۔ غریب سردی سے ٹھٹھر رہے ہیں اور کوئی پرسانِ حال نہیں۔ غرضیکہ زندگی نام ہے مسلسل تکلیفوں اور پیہم مشقتوں کا۔

انسان کی مصیبتوں سے مہاتما بدھ کا دل، خون ہو کر آنکھوں کے راستے بہ نکلا۔ انھوں نے ایک سرد آہ بھری اور کہا کہ دنیا کی مصیبتوں کا کوئی علاج نہیں بجز اس کے کہ انسان دنیا کو چھوڑ دے۔ ہر آرزو تکلیف کا پیش خیمہ ہے اس لئے آرام اور سکون صرف ترکِ آرزو میں ہے۔

مہاتما بدھ کے یہ رفیق جذبات، فلسفۂ حیات بن گئے۔

(۲) ہندومت نے کہا کہ نہیں۔ انسان اس دنیا میں اپنے سابقہ جنم کے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے آتا ہے۔ اس لئے دنیاوی مصائب کا کوئی علاج بجز مرگ نہیں۔ انسان کو یہاں رہنا ہے اور مصیبتیں بھگتنا ہے۔ یہ تصور، مذہب بن گیا۔

(۳) عیسائیت نے کہا کہ نہیں، دنیا میں ہر انسان اس گناہ کی سزا بھگت رہا ہے جو اس کے پہلے ماں باپ (آدم اور حوا) نے کیا تھا۔ اس گناہ کا کفارہ حضرت یسوع مسیح کی صلیب تھا۔ لہذا دنیا کی مصیبتوں کا علاج حضرت مسیحؑ کے کفارہ پر ایمان لانے میں ہے۔ یہ عقیدہ بھی ایک مذہب بن گیا۔

لیکن

(۴) قرآن نے کہا کہ یہ سب غلط ہے۔ نہ دنیا جیل خانہ ہے نہ انسان اس میں قیدی کی حیثیت سے سزا بھگت رہا ہے۔ انسان کی تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کی وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی ضروریات کی چیزوں (رزق) کی تقسیم غلط ہو رہی ہے۔ کچھ لوگ رزق کے سرچشموں پر قابض ہو گئے ہیں اور باقی انسان بھوکوں مر رہے ہیں۔ ان تمام مصیبتوں کا علاج یہ ہے کہ رزق کی تقسیم صحیح خطوط پر ہو جائے۔ اللہ نے رزق، تمام انسانوں کی پرورش (نشوونما) کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے رزق کے سرچشمے کسی فرد کی ملکیت میں نہیں رہ سکتے انھیں تمام ضرورت مندوں کے لئے یکساں طور پر کھلا رہنا چاہئے۔ یہ ہے انسان کی مصیبتوں کا حل!

اسلامی حیاتِ اجتماعیہ کا ماہوار مجلّہ

طلوعِ اسلام

کراچی

قیمت فی پرچہ	مُرتّب	بدل اشتراک
دس آنے (پاکستانی)	محمد یونس	سالانہ چھ روپے پاکستانی (نو روپے ہندوستانی)
بارہ آنے (ہندوستانی)		غیر ممالک سے ۲۱ شلنگ

جلد ۵	نومبر ۱۹۵۲ء	نمبر ۱۰

فہرست مضامین

طلوعِ اسلام کا مسلک اور مقصد	۲
قرآن نے کیا کہا؟	۳
لمعات	۵-۹
تحریک	۱۰
(محترم پرویز صاحب)	
قرآن کریم روایات کے آئینہ میں	۱۱-۴۸
سوچئے	۴۸
ہے کوئی جو اس سوال کا جواب دے؟	۴۹
مولانا محمد یوسف صدر جمعیۃ اہلحدیث کے جوابات	۵۰-۶۱
(علامہ تمنا عمادی)	
تین بڑے بڑے منکرین حدیث	۶۲
حسبنا کتاب اللہ کہنے والے کافر	۶۳
باب المراسلات	۶۴-۶۹
(۱) حدیث کی حیثیت	
(۲) حدیث کی بحث کیوں؟	
(۳) انفرادی مفاد پرستی	
صالحین کی زبان	۷۰
معاملہ کی باتیں	۷۰
اشتہارات	۷۱-۷۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لمعات

عام طور پر سمجھا یہ جاتا ہے کہ پاکستان پندرہ اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آگیا تھا۔ یہ صحیح نہیں۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو صرف اتنا ہوا تھا کہ زمین کا ایک ٹکڑا مسلمانوں کو مل گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی یہ اختیارات کہ اس میں جو جی میں آئے کرو۔ جب تک انڈیا ایکٹ کے مطابق اس ملک میں کاروبار حکومت چلتا رہیگا اس وقت تک محض آقاؤں کی تبدیلی سے حقیقت نہیں بدلی جاسکتی۔ پاکستان درحقیقت اس دن وجود میں آئیگا جب اسکی اپنی کانسٹی ٹیوشن مرتب ہوگی۔ کانسٹی ٹیوشن سے مراد یہ ہے کہ ہم وہ نقشہ تیار کرلیں گے جس کے مطابق اس سرزمین پر عمارت بنائی جائے جس قسم کا یہ نقشہ ہوگا اسی قسم کا پاکستان متشکل ہوجائے گا۔ یہ چھٹا سال گذر رہا ہے کہ پاکستان کی سرزمین ہمارے ہاتھوں میں آئی تھی ہم اسوقت تک اس کا نقشہ نہیں تیار کر پائے۔ لیکن یہ تاخیر اتنی تاسف انگیز اور دلخراش نہیں جسقدر جگر سوز یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے اس عمارت میں زندگی بسر کرنی ہے نہ تو ان سے پوچھا جارہا ہے کہ یہ عمارت کس قسم کی ہونی چاہیئے نہ ہی انھیں بتایا جاتا ہے کہ تمہاری عمارت کا نقشہ کس قسم کا تیار ہورہا ہے۔ اور قیامت بالائے قیامت یہ کہ خود پاکستان کے لوگوں کو بھی اس میں کچھ دلچسپی نہیں ہے کہ جو عمارت ہمارے اور ہماری نسلوں کے رہنے کیلئے تیار ہوگی اس کا نقشہ کس قسم کا بن رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ پاکستانیوں کی اکثریت اتنی بحس ہوچکی ہے کہ اسے پاکستان کے مستقبل سے کچھ دلچسپی ہی نہیں رہی بلکہ جیسا کہ ہم نے اگست و ستمبر کے لمعات میں لکھا تھا حسن تدبیر کی فسوں سازیوں سے ہمارے عوام کو اس مقام تک پہنچا دیا گیا ہے جہاں ان کی زندگی کے تمام مقاصد مستقبل کے تمام تصورات اپنی خوش حالیوں اور خوش گواریوں کے تمام ممکن مطالبات سمٹ سمٹا کر اس التجا میں مرکوز ہوگئے ہیں کہ "ہمیں فٹ پاتھ سے نہ اٹھائیے"۔ وہ اب اس سے زیادہ سوچنے کے قابل ہی نہیں رہے۔

یہ حقیقت ہے کہ موجودہ کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی پاکستان کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت نہیں۔ ہندوستان میں جن حالات میں یہ اسمبلی وجود میں آئی تھی ان کے دہرانے کی یہاں ضرورت نہیں، اس زمانہ میں نہ تو پاکستان کے مسائل درپیش تھے نہ کسی کو ان کی اہمیت کا اندازہ تھا۔ قائد اعظم مرحوم کی ذات پر قوم کو پورا پورا بھروسہ تھا۔ وہ اگر کہتے کہ "بجلی کے کھمبوں کو ووٹ دیدو" تو لوگ اتنا پوچھنے کی بھی ضرورت نہ سمجھتے کہ یہ کھمبا ہمارے کس کام آئے گا۔ یہ تھے وہ حالات جن میں یہ اسمبلی وجود میں آئی۔ اس کے بعد اس اسمبلی کا عوام کے ساتھ کوئی رابطہ نہ رہا حتیٰ کہ آج بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اس اسمبلی کے ممبر کون کون ہیں۔ اس قماش کی نمائندہ اسمبلی نے اپنے میں سے ایک کمیٹی بنائی جس کا کام یہ تھا کہ وہ تجویز کرے کہ پاکستان کے دستور کے بنیادی اصول اور مملکت کے باشندوں کے بنیادی حقوق کیا ہونے چاہئیں ایک مدت کے غور و خوض کے بعد اس کمیٹی نے اپنی سفارشات پیش کیں۔ وہ سفارشات ایسی تھیں کہ مملکت میں چاروں طرف سے ان کی مخالفت ہوئی حتیٰ کہ گورنمنٹ کو وہ سفارشات واپس لیکر کہنا پڑا کہ ملک کے ارباب فکر و نظر دستور سے متعلق اپنی اپنی تجاویز کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کے پاس بھیجیں۔ یہ تجاویز ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء تک حکومت کے پاس بھیجدی گئیں۔ اس کے بعد حکومت نے اتنا بتانے کی بھی زحمت گوارہ نہیں کی کہ یہ تجاویز کیا تھیں اور ان کا کیا حشر ہوا۔ اب یہ خبر اخبارات میں گشت لگا رہی ہے کہ وزیر اعظم صاحب ۲۲ نومبر

کو بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی جدید سفارشات اسمبلی کے سامنے پیش کریں گے۔ اگر کوئی زندہ قوم ان مراحل میں سے گذر رہی ہوتی یعنی ان کے سامنے پہلی مرتبہ یہ سوال آتا کہ اپنے ملک کا دستور کس قسم کا بنایا جائے تو ساری قوم کی توجہات اسی ایک مسئلہ پر مرکوز رہتیں لیکن یہاں کسی کو احساس تک بھی نہیں کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے اور ان کے مستقبل کا نقشہ کس انداز سے بن رہا ہے۔ قوم کا ہر طبقہ اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہے اور لے دے کر صرف وہ چار آدمی جن کے سپرد تشکیل دستور کا کام کر دیا گیا ہے وہ خود ہی کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں۔ اسکی ایک وجہ تو وہی جو اوپر بیان ہوئی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ قوم کے اندر ہنوز حکومت کی صلاحیتیں پیدا نہیں ہوئی تھیں کہ انھیں حکومت مل گئی۔ ہمیشہ ہوتا یہ رہا ہے کہ قوم نے پہلے اپنے اندر جہانبانی کی صلاحیت پیدا کی اور ان صلاحیتوں کے نتیجہ میں انھیں حکمرانی مل گئی لیکن یہاں ہوا یہ کہ حکومت پہلے مل گئی اور حکومت کی صلاحیتوں کا سوال اب پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ حکمران اور رعایا دونوں اپنی اپنی جگہ سخت ناکام ہو رہے ہیں اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مشکل کا حل کیا ہے۔ ملک میں آئین سازی کے مسئلہ سے اگر کسی کو دلچسپی ہے تو ان لوگوں کو ہے جو آئندہ آئین میں اپنے لئے جگہ بنانا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی کئی بار لکھ چکے ہیں اس باب میں اسلامی جماعت سب سے پیش پیش ہے۔ یہ ایک خالص سیاسی جماعت ہے لیکن اس نے اپنی سیاست کو مذہب کے نقاب میں چھپا رکھا ہے ان کا انداز جرمنی کی نازی پارٹی کا سا ہے اور ان کا مقصد بھی اپنی ڈکٹیٹرشپ قائم کرنا ہے۔ ان کی ٹیکنک یہ ہے کہ عوام کے سامنے مبہم الفاظ میں باتیں کی جائیں مبہم نعرے بلند کئے جائیں اور کبھی بھی اپنے الفاظ کی تشریح نہ کی جائے۔ ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق ان کے الفاظ کا مطلب سمجھتا رہے اور اپنے دل میں خوش ہوتا رہے اس طرح ملک کی اکثریت ان کے پیچھے لگی رہے اور وہ عوام کے اس ہڑبونگ سے حکومت کو مرعوب کر کے اپنا مقصد حاصل کر سکیں۔ ان کا سلوگن یہ ہے کہ ملک کا نظام اسلامی شریعت کے مطابق ہونا چاہئے۔ یہ ایسا مبہم سلوگن ہے کہ اس کے اندر ہر تفصیل اور ہر تاویل کی گنجائش موجود ہے۔ جب ان سے پوچھا جائے کہ اسلامی شریعت کہتے کسے ہیں تو وہ پوچھنے والے کا مذاق اڑا کر جواب دیتے ہیں کہ ہزار برس سے مسلمانوں کے سامنے اسلامی شریعت کے الفاظ آرہے ہیں کبھی کسی نے اتنا نہیں پوچھا کہ ان الفاظ کا مفہوم کیا ہے۔ ہم آج بھی لاکھوں مسلمانوں کے مجمعوں میں اسلامی شریعت کی دعوت دیتے ہیں لیکن یہ سوال کہیں سے پیدا نہیں ہوتا کہ اسلامی شریعت کسے کہتے ہیں، اسلئے اس قسم کا سوال کرنیوالے مخبوط الحواس ہیں، انتشار پھیلانیوالے ہیں کافر ہیں۔ ملت اسلامیہ میں ان کیلئے کوئی مقام نہیں۔ وغیر ذلک۔ حالانکہ سیدھی سی بات ہے کہ اگر اسلامی شریعت اتنی عام فہم چیز ہے تو وہ اسکی تشریح و توضیح کرتے ہوئے اتنا ڈرتے کیوں ہیں۔ اگر کوئی شخص سنجیدگی سے سوچے تو یہ سوال سب سے پہلے پیش آتا ہے کہ جس شریعت کے مطابق مملکت کا دستور بنے گا وہ کونسی شریعت ہے اسلئے کہ اس حقیقت سے کون ناواقف ہے کہ مسلمانوں کے ۷۲ فرقے ہیں اور ہر فرقہ کی شریعت جدا ہے۔ ہر فرقہ اپنی شریعت کو شریعت حقہ کہتا ہے۔ ان شریعتوں کو انفرادی دوائر تک محدود رکھنے کی حد تک تو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا تھا کہ شریعت سے ان کی مراد کیا ہے لیکن جب آپ پوری مملکت کیلئے ایک متفق علیہ دستور بنائینگے تو سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس شریعت سے مراد کیا ہے جسکے مطابق یہ قانون بنایا جائیگا۔

بعض اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مملکت پاکستان کے مختلف فرقوں کے اکتیس (۳۱) علما نے متفقہ طور پر مطالبہ پیش کیا تھا لہذا جو دستور اس مطالبہ کے مطابق مرتب ہوگا وہی تمام فرقوں کیلئے قابل قبول نظام ہوگا۔ یہ دلیل بظاہر بڑی وزنی معلوم ہوتی ہے لیکن اگر اسے ذرا سا کھرچ کر دیکھیں تو سطح کے نیچے وہی اختلاف و افتراق دکھائی دیگا جو مختلف فرقوں میں موجود ہے۔ مثلاً ! متفقہ مطالبہ کی بنیاد یہ ہے کہ دستور پاکستان کتاب و سنت کے مطابق ہونا چاہئے اگر ہم ان الفاظ کی سطحیت سے ذرا بھی نیچے جائیں گے تو یہ سوال سامنے آئیگا کہ سنت سے مراد کیا ہے؟ سنیوں کے ہاں سنت کچھ اور ہے شیعوں کے ہاں کچھ اور! اور یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ ان دونوں کے ہاں سنت کی کوئی تعبیر و تفسیر متفق علیہ ہو۔ اس متفقہ مطالبہ میں یہ بھی درج ہے کہ دستور پاکستان منکرین حدیث کے ادراک

حکم دے۔ لیکن کتنی ایسی چیزیں ہیں جو شیعوں کے ہاں عین معروف ہیں اور سنّی اسے منکر ہی نہیں بلکہ شرک قرار دیتے ہیں۔ پھر سنیوں کے اندر مختلف فرقوں میں کتنی چیزیں ایسی ہیں جو ایک کے نزدیک معروف ہیں اور دوسرے کے نزدیک منکر۔ لہذا یہ کہنا کہ ملک کے اکتیس علما نے ایک متفقہ اصول بیان کر دیا ہے جس کے مطابق پاکستان کا دستور مرتب ہو جانا چاہیئے بہت بڑا دھوکہ ہے۔ یہ وہی ابہام ہے جس سے عوام کو تو بیوقوف بنایا جا سکتا ہے مگر پڑھے لکھے لوگوں کو بیوقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس مطالبہ کو عملی شکل میں تشکل کرتے وقت قانون بنانے والوں کے سامنے سب سے پہلے یہ سوالات آئیں گے کہ سنت کسے کہتے ہیں۔ سنیوں کی سنت یا شیعوں کی سنت۔ بخاری مسلم اور ترمذی نسائی والی سنت یا کافی والی سنت۔ جب تک یہ اکتیس علماء متفقہ طور پر ان امور کی تشریح نہ کر دیں اسوقت تک محض سنت کے مبہم مفہوم پر ان کا متفق ہو جانا ایک بے معنی چیز ہے اس کے بعد یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ معروف کون کون امور ہیں اور منکر کیا کیا ہیں۔ تعزیہ بنانا، تعزیوں کا جلوس نکالنا، ماتم کرنا، خلفاء پر سب و شتم کرنا۔ بزرگوں کی قبروں پر عرس کرنا، قوالیاں کرنا، مولود کے جلوس نکالنا، فاتحہ خوانی کرنا، قبروں پر چڑھاوے چڑھانا، قبروں سے مرادیں مانگنا، پیروں کو اور پیروں کی قبروں کو سجدے کرنا وغیرہ وغیرہ امور معروف کی فہرست میں شامل ہونگے یا منکر کی فہرست میں۔ قانون سازی میں ان تمام امور کی تشریح و تعیین ضروری ہے۔ قانون کی زبان مولویوں کے وعظ کی زبان نہیں ہوتی۔ اس کیلئے ان تمام امور کو متعین کر کے دینا ہوگا۔ علاوہ بریں حال میں امیر جماعت اسلامی نے دستور سے متعلق اپنے جداگانہ مطالبات کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ خود ان اکتیس [۳۱] علما میں شامل تھے جن کی طرف سے متفقہ مطالبہ پیش کیا گیا تھا۔ اگر اسی متفقہ مطالبہ کو دستور پاکستان کا بنیادی اصول بنانا مقصود تھا تو امیر جماعت اسلامی کے یہ جدید مطالبات کیا معنی رکھتے ہیں۔ اس متفقہ مطالبہ کی موجودگی میں اگر ہر جماعت کے اپنے اپنے الگ الگ مطالبے بھی باقی ہیں تو متفقہ مطالبہ کیا ہوا۔ اس کا ڈھنڈورہ پیٹنا ہی فضول ہے۔

جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی کئی بار لکھ چکے ہیں حکومت نے یہ اعلان کر کے کہ دستور پاکستان کتاب و سنت کے مطابق ہوگا دوہری مصیبت مول لیلی ہے۔ ایک اندرونی اور ایک بیرونی۔ اندرونی یہ کہ اول تو سنت کی کوئی متفقہ علیہ تعبیر ہی نہیں ہو سکے گی اور دوسرے یہ کہ اسکی تعبیر کیلئے حکومت کو بہر حال مُلّا کا دست نگر ہونا پڑیگا اور یہی ملا کا منشا ہے۔ ہم اس حقیقت کو ایک بار پھر دہرا دینا چاہتے ہیں کہ اگر حکومت نے یہ مسلک اختیار کر لیا یعنی وہ تدوین دستور کے مسئلہ میں ملا کی دست نگر ہو گئی تو چند سالوں کے اندر اندر پاکستان دوسرے اسلامی ممالک مثلاً افغانستان، عراق، حجاز وغیرہ کی سطح پر آ جائیگا اور یہاں مذہب کے نام پر اسقدر استبداد ہوگا جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

بیرونی مصیبت یہ ہے کہ ہم ہزار برس سے دنیا کو کہتے چلے آئے ہیں کہ نوع انسان کی تمام مشکلات کا حل اسلامی نظام میں ہے۔ اب ساری دنیا انتظار میں ہے کہ دیکھیں وہ اسلامی نظام کس قسم کا ہوتا ہے جسے نوع انسانی کی تمام مشکلات کا حل بتایا جا رہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر پاکستان کا دستور ملا کے مشورہ سے مرتب ہوا تو وہ اس قابل بھی نہیں ہوگا کہ وہ عام انسانی حکومتوں کی سطح تک بھی آ سکے۔ اور اگر یہ دستور اسلام کو چھوڑ کر خالص فکری نقطۂ نگاہ سے مرتب کیا گیا تو یہ زیادہ سے زیادہ دنیا کی دوسری مملکتوں کا مقابلہ کر سکے گا۔ اس صورت میں بھی یہ نظام دیگر نظامہائے عالم سے افضل نہیں ہوگا لہذا جب ہمارا دستور دنیا کے سامنے جائیگا تو اس سے مملکت پاکستان ہی کی سُبکی نہیں ہوگی بلکہ دنیا کی نگاہوں میں خود اسلام ذلیل ہو جائیگا۔ یہ ہے وہ سب سے بڑا غم جو ہمیں کھائے جا رہا ہے اور جسکے پیش نظر ہم مسلسل پانچ برس سے برابر پکارتے چلے جا رہے ہیں کہ ان مشکلات کا حل اس خدا سے پوچھو جس کے نام پر تم یہاں حکومت قائم کرنا چاہتے ہو، خدا نے اسکا حل اپنی کتاب کے اندر بتا دیا ہے۔

قرآن کی رو سے ایک اسلامی مملکت کی دستور سازی کا مسئلہ بڑا آسان ہے۔ وہ ایسے اصول بیان کرتا ہے جو قیامت تک غیر متبدل رہتے ہیں ان اصولوں کی روشنی میں ملتِ اسلامیہ اپنے اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق جزئی قوانین خود مرتب کرتی ہے اس طرح سے مرتب کردہ جزئی قوانین کا نام شریعت ہوتا ہے۔ حالات کے بدلنے سے شریعت (جزئی قوانین) بدلتے رہتے ہیں لیکن قرآن کے اصول ہمیشہ غیر متبدل رہتے ہیں۔ اس باب میں قرآن کا اصل الاصول یہ ہے کہ اسلامی مملکت کو خدا کی ان صفات کا حامل اور مظہر ہونا چاہئے جنھیں اسماء الحسنیٰ کہا جاتا ہے۔ اسی اصول کے پیش نظر جس صفت خداوندی سے قرآن کی پہلی آیت شروع ہوتی ہے وہ "رب العلمین" ہے۔ (الحمد للہ رب العلمین) انسانوں کی دنیا میں رب العلمین کے معنی یہ ہیں کہ وہ حکومت جو خدا کے نام پر قائم ہوتی ہے تمام افراد مملکت کی پرورش (ربوبیت) یعنی ان کی کامل نشوونما کی ذمہ دار ہو۔ ربوبیت کے اندر صرف روٹی کپڑا، مکان اور حفاظت ہی نہیں آتی بلکہ انسان کی ان تمام صلاحیتوں کی نشوونما بھی آجاتی ہے جو اسے مبداءِ فیض کی طرف سے ملیں لہٰذا خدا کے نام پر قائم ہونیوالی مملکت کا اولین اور بنیادی فریضہ یہ ہے کہ وہ تمام افراد مملکت کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کی کفیل ہو اور ان کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما کے اسباب و ذرائع سب کیلئے یکساں طور پر فراہم کرے۔ جو مملکت اس فریضہ کو ادا کریگی وہ حمد کے لائق (یعنی قابل ستائش) ہوگی اور اسی کو یہ حق ہوگا کہ وہ قانون شکنی پر مواخذہ کرسکے (مالک یوم الدین)۔ اگر وہ افراد کی پوری پوری معاونت نہیں کرتی تو افراد اسکی اطاعت کیلئے مکلف نہیں ہیں اسلئے کہ حکومت کی اطاعت مشروط ہے اسکی طرف سے پوری پوری معاونت کے ساتھ (ایاک نعبد وایاک نستعین) یہی وہ سیدھی راہ ہے (الصراط المستقیم) جس سے پہلے لوگوں نے بھی خدا کے انعامات حاصل کئے اور جس سے ہم بھی آج نعمائے خداوندی کے مستحق بن سکتے ہیں۔ یہی وہ دستور ہوگا جو ہمیں خدا کے غضب سے بچا سکیگا۔ جس میں آج باقی دنیا گرفتار ہے۔ اگر ہم نے یہ روش اختیار نہ کی تو ہمارا شمار بھی ان گم کردہ راہ اقوام میں ہو جائیگا جو از آنسو رانده و ازیں سو درمانده۔ ماری ماری پھر رہی ہیں (غیر المغضوب علیھم ولا الضالین)۔

جو مملکت ربوبیت عامہ (یعنی تمام افراد مملکت کی ضروریاتِ زندگی کی کفالت اور ان کی صلاحیتوں کی نشوونما کے ذرائع کی بہم رسانی) اپنے ذمہ لیتی ہے ظاہر ہے کہ اس کے پاس اتنے ہی وسیع ذرائع بھی ہونے چاہئیں۔ یہ ہے وہ مقصد عظیم جس کیلئے قرآن نے کھلے کھلے الفاظ میں کہدیا ہے کہ رزق کے سرچشمے (الارض واقواتھا ___ زمین اور اسکی پیداوار) تمام ضرورتمندوں کیلئے یکساں طور پر کھلے رہنے چاہئیں (سواء للسائلین)۔ یہ ہے وہ بنیادی نقشہ جس کے اوپر اسلامی دستور کی پوری کی پوری عمارت اٹھتی ہے۔

لیکن اس آواز کی مخالفت تمام منکرین قرآن کی طرف سے ہوگی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مختلف فرقوں کے وہ علماء جو کل تک ناف پر یا چھاتی پر ہاتھ باندھنے کے اختلاف پر باہمد گر دست و گریباں ہوا کرتے تھے قرآن کی اس آواز کے خلاف متحدہ محاذ بنا کر کھڑے ہوگئے ہیں اگرچہ اس محاذ کی صورت وہی ہے جس کے متعلق قرآن نے کہا تھا کہ

تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتّٰی

تم بظاہر سمجھو گے کہ وہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں۔

اسلئے کہ ان سب میں قدر مشترک قرآن سے انکار اور انداداً من دون اللہ پر ایمان ہے۔ قرآن پر ایمان لانے سے ان کی مقدس پیشوائیت چھن جاتی ہے۔ اسلئے وہ اس تصور کو برداشت ہی نہیں کرسکتے۔ ان ہی کے ساتھ مفاد پرستوں کا گروہ بھی شامل ہو جاتا ہے کیونکہ قرآنی نظام میں ان کی زمینداریاں جاگیرداریاں، سرمایہ داریاں سب ختم ہو جاتی ہیں۔ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ ہمارے ارباب حل و عقد منکرین قرآن اور مترفین کی اس متحدہ مخالفت کے

تصور سے خائف ہو جائینگے اور اسکی وجہ سے اسکی جرأت نہیں کر پائیں گے کہ وہ قرآن کے ان اصولوں کو دستور پاکستان کی بنیاد بنائیں نتیجہ اس کا ظاہر ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ـــــ ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

گذشتہ صفحات میں اسلامی نظام کے متعلق جو اشارات آپ کے سامنے آئے ہیں ان کی تفصیل ان مضامین میں گذر چکی ہے جو طلوع اسلام میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں چونکہ دستور سازی کا مسئلہ ملک میں خاص اہمیت حاصل کر رہا ہے اور یہ سوال بھی ایسا ہے جو ہر سوچنے والے کیلئے کافی غور و خوض کا محتاج ہے اسلئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ان مضامین کو دو کتابچوں کی شکل میں یکجا شائع کر دیا جائے ایک کا عنوان ہے "اسلامی نظام" اور دوسرے کا عنوان ہے "قرآنی دستور پاکستان" ان کتابوں کو ہم جلدی شائع کر دیتے لیکن اس میں ایک امر مانع ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے ۲۲ نومبر کو بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی جدید رپورٹ اسمبلی میں پیش ہونیوالی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس رپورٹ پر طلوع اسلام کا تبصرہ بھی سابقہ مضامین کے ساتھ شامل کر دیا جائے تاکہ یہ سلسلہ مکمل شکل میں سامنے آجائے۔ اندریں حالات ان کتابوں کو شروع دسمبر میں شائع کیا جا سکے گا۔

اسی ضمن میں ایک اور امر بھی قابل گذارش ہے۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ ۲۲ نومبر کو شائع ہوگی۔ طلوع اسلام ہر مہینے کے شروع میں شائع ہو جاتا ہے لیکن اگر ہمیں وہ رپورٹ ۲۲ نومبر کو ملی تو اتنا وقت نہیں ہوگا کہ دسمبر کے پرچہ میں اس پر تبصرہ شائع ہو سکے۔ اگر اس تبصرہ کو آئندہ پرچہ پر ملتوی کر دیا گیا تو اس میں کافی وقفہ پڑ جائیگا اور تبصرہ کی افادیت ضائع ہو جائیگی اسلئے ارادہ یہ ہے کہ اس تبصرہ کو دسمبر ہی کے پرچہ میں شائع کیا جائے خواہ اس کیلئے اس پرچہ کو کچھ دنوں کی تاخیر ہی سے کیوں شائع کرنا پڑے۔ اس اطلاع کو قبل از وقت ضروری سمجھا گیا ہے تاکہ آپ کو دسمبر کے ابتدائی دنوں میں پرچہ کیلئے زحمت کش انتظار نہ ہونا پڑے۔

---

(۳) اواخر ستمبر میں منٹگمری میں ایک ایسا اجتماع ہوا جس سے اچھی توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ ملتان ڈویژن کے تمام زنانہ سکولوں کی معلمات اور انسپکٹرسز کا سالانہ ریفریشر کورس تھا۔ وہاں کی ڈویژنل انسپکٹرس محترمہ ڈاکٹر چھٹا صاحبہ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور محترم پرویز صاحب کو مدعو کیا کہ وہ اس اجتماع میں قرآن پر توسیعی لکچر دیں۔ چونکہ پرویز صاحب اپنی قرآنی فکر اور قرآنی پیغام کا اولیں مخاطب آنیوالی نسلوں کو سمجھتے ہیں اور ان تک پیغام پہنچانے کا یہ موقعہ نہایت عمدہ تھا اس لئے انھوں نے باوجود ناسازئ طبیعت اس دعوت کو منظور کر لیا اور اس اجتماع میں چار لکچر دیئے۔ حاضرات نے ان لیکچرز میں خاص دلچسپی لی جو اس حقیقت کی آئینہ دار تھی کہ اگر قرآن کو اس کے اصلی رنگ میں پیش کیا جائے تو دور حاضر کا تعلیم یافتہ طبقہ (خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں) اسے اپنی کھوئی ہوئی متاع سمجھ کر دل میں جگہ دیتا ہے۔ ہم محترمہ چھٹا صاحبہ کو ان کی اس سعی جمیلہ پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں انھوں نے اس اجتماع سے فی الواقعہ ایک نہایت عمدہ طرح ڈالی ہے جو خوشگوار نتائج کی حامل ہو سکتی ہے۔ اگر ملک کی دوسری درسگاہیں بھی اپنے اپنے ہاں اس قسم کا سلسلہ شروع کر دیں تو یہ کوشش ہماری آنے والی نسلوں کے قلب و دماغ کی صحیح تعمیر میں بڑی حد تک ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ہم سر دست اپنی درسگاہوں کا نصاب بدلنے پر قادر نہیں تو اس کمی کو کسی حد تک اس قسم کے توسیعی لیکچروں سے پورا کیا جا سکتا ہے۔

سعدیک

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق؟

احباب کا تقاضائے شوق مصر ہے کہ انھیں اطلاع دیتا رہوں کہ میرے "لبیک" کا ردِ عمل کیا ہوا؟

یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ دعوتِ خداوندی کو سب سے پہلے ہمیشہ ان لوگوں نے قبول کیا جن کے پاس ایک دلِ دردمند کے سوا اور کوئی متاعِ حیات نہ تھی۔ میرے "لبیک" کے جواب میں بھی یہی ہوا۔ مجھے اس وقت تک جتنے خطوط موصول ہوئے ہیں سب کے سب ان ہمرہانِ کاروانِ جذب و شوق کی طرف سے ہیں جن کے جیب خالی ہیں، لیکن سینے تپش اخلاص و محبت اور جذباتِ ایثار و قربانی سے معمور ہیں۔ میرے لئے ان کی متاعِ خلوص و محبت بڑی گراں مایہ اور ان کے "دل اور جان" کی پیشکش بڑی واجب الاحترام اور وجۂ تقویت ہے۔

مریضِ غم کو تسلیوں سے کہیں سوا دے رہا ہے تسکیں
وہ اک چمکتا ہوا سا آنسو جو دیدۂ چارہ ساز میں ہے

ان احباب کے خطوط کا فرداً فرداً جواب دینا میرے لئے دشوار ہے اس لئے وہ انہی سطور کو اپنے خطوط کی رسید اور جواب تصور فرمالیں۔ انھوں نے اس طرح اپنا تعارف کرا کر میری تنہائیوں کو انجمن میں بدل دیا۔

جذبات بیشک ایک قیمتی متاع ہیں لیکن اس متاع کے صَرف کا اپنا مقام ہوتا ہے۔ جو اسکیم میرے پیش نظر ہے (اور جس کا اعلان طلوعِ اسلام کی سابقہ اشاعت میں کیا جاچکا ہے) ظاہر ہے کہ وہ خالی جذبات سے عمل پیرا نہیں ہوسکتی۔ بہرحال میں نے اپنے اعلان سے اس حجت کا اتمام کردیا ہے جو میرے بعض احباب کے نزدیک مجھ پر عائد ہوتی تھی۔ اب میں اپنے مستقبل کے متعلق سوچنے کے لئے آزاد ہوں۔ بایں ہمہ، جہانتک میری اپنی ذات کا تعلق ہے میں اب بھی وہیں ہوں جہاں اس سے پہلے تھا۔ یعنی

بے دست و پا نیم کہ ہنوز از وفورِ عشق
سوداست در سرم۔ کہ بہ ساماں برابر است

خدا حافظ

۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۲ء

پرویز

قرآن کریم

(روایات کے آئینہ میں)

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

دین کا مدار تمام تر یقین پر ہے۔ یہی وہ اصل و بنیاد ہے جس پر اس کی پوری کی پوری عمارت اٹھتی ہے یقین اس امر کا۔ کہ جس بات کو ہم دینی کہتے ہیں وہ بلاشک وشبہ خدا کی طرف سے ہے۔ اگر اس بنیاد میں ذرا سا بھی تزلزل پیدا ہو جائے تو دین کی ساری عمارت نیچے آگرتی ہے اس میں تھوڑے اور بہت کا سوال ہی نہیں۔ مثلاً ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر اپنی وحی نازل کی اور اصل و بنیاد کے اعتبار سے انھیں بھی وہی "دین" عطا کیا جو قرآن میں ہے۔ آج یہود اور نصاریٰ دونوں اس کے مدعی ہیں کہ ان کے پاس تورات اور انجیل موجود ہے لیکن اس کے باوجود ہم ان کتابوں کو دین نہیں مانتے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے اور وہ یہ کہ ان کتابوں میں تغیر و تبدل ہو چکا ہے اور ہم آج یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ جو کچھ ان میں موجود ہے وہ وہی ہے جو ان انبیاء کی طرف نازل ہوا تھا۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں کچھ باتیں تو ایسی ہوں گی جن میں ردوبدل نہیں ہوا۔ ان باتوں کو تو دین ماننا چاہئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان میں کچھ باتیں ایسی ضرور ہوں گی لیکن جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ دین کے جس معاملہ میں ذرا سا بھی شک اور شبہ پیدا ہو جائے وہ دینی نہیں رہ سکتا۔ اسلئے تورات و انجیل دینی کتابیں تسلیم نہیں کی جا سکتیں۔ اس کے برعکس قرآن کریم کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ یہ لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً "الحمد" سے "والناس" تک بعینہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم پر وحی کیا اور جسے رسول اللہ صلعم نے امت کو دیا۔ اب سوچئے کہ اگر کسی کے دل میں اس چیز کے متعلق ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو جائے تو اس کے نزدیک قرآن دین کا ضابطہ نہیں بن سکتا۔ اس کی حیثیت بھی وہی ہو جائے گی جو انجیل اور تورات کی ہے۔

عجمی سازشوں نے جہاں حقیقی اسلام کی جگہ ایک بالکل نیا اسلام وضع کر کے مسلمانوں میں عام کر دیا اس کے ساتھ ہی انھوں نے چپکے ہی چپکے ایسی کوششیں بھی کیں جن سے ہر شخص کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ قرآن بھی اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں رہا۔ یہ اس سازش کا اتنا بڑا حربہ تھا جس نے فی الواقعہ دین کی عمارت کو متزلزل کر دیا۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے قرآن کی جمع و تدوین کے متعلق عجیب و غریب داستانیں وضع کیں اور انھیں روایات کے مجموعوں میں بھر دیا۔

عجمی سازشیں کیوں؟ سیاسی میدان میں مسلمانوں سے شکست کھانے کے بعد جب اہلِ عجم نے دیکھا کہ ان کی فرعونی افواجِ قاہرہ اور طاغوتی اسلحۂ جنگ مسلمانوں کے کوہ آسا عزم و یقین (ایمانی طاقت) کو متزلزل کرنے میں

کامیاب نہیں ہوسکے تو انھوں نے بظاہر مسلمان بن کر مسلمانوں کو ان کے سرچشمۂ عزم و یقین (قرآن) ہی سے محروم کردینے کی ٹھان لی جو ان کی قوت کا اصل منبع تھا۔ اس کیلئے ان کی دشواری یہ تھی کہ مسلمان "حسبنا کتاب اللہ" کا مدعی تھا۔ یعنی اس کا ایمان تھا کہ اس کی قوتوں کا راز دین کی اتباع میں ہے جو قرآن کے اندر ہے اور قرآن کریم ہر طرح محفوظ ہو چکا تھا اس لئے اس کا کوئی لفظ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا جاسکتا تھا۔ اندریں حالات عجمی سازش نے یہ سوچا کہ مسلمان کو قرآن سے ہٹانے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ انھیں اپنے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو والہانہ عشق ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور رسول اللہ صلعم کا نام لے کر "مثلہ معہ"[1] کا عقیدہ پیدا کر کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں قرآن کے متبادل ایک دوسرا دین دیدیا جائے۔ چنانچہ عجم کے سازشی اپنی ان کوششوں میں مصروف ہوگئے۔ مسلمانوں کی اکثریت اس فریب میں بہہ نکلی مگر کچھ خدا کے بندوں نے اس سیلاب کا راستہ روکنا چاہا (کتاب الام میں امام شافعیؒ سے ان لوگوں کے مباحث اور مناظروں کا تذکرہ موجود ہے) عجم کے ان سازشیوں کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ پڑتا تھا کہ اگر احادیث و روایات بھی دین تھیں تو رسول اللہ صلعم نے قرآن کریم کی طرح ان کا بھی کوئی مستند مجموعہ لکھوا کر امت کو کیوں نہ دیدیا اور قرآن کریم ہی کی طرح ان کو بھی یاد کرا کر محفوظ کیوں نہیں کردیا۔ اگر قرآن متن تھا اور حدیث اس کی شرح تھی۔ اگر قرآن اجمال تھا اور حدیث اس کی تفصیل تھی۔ اگر قرآن ایک ایسی کتاب تھی جو احادیث سے منسوخ بھی ہوسکتی تھی اور اس طرح حدیث ہی فیصلہ کن چیز تھی تو قرآن سے زیادہ احادیث کو محفوظ اور مستند صورت میں امت کو حوالہ کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ اتنا بڑا اعتراض تھا جس سے گلوخلاصی آسان نہیں تھی۔ انھوں نے اس مشکل کا حل یہ سوچا کہ خود قرآن کے متعلق ہی یہ خیال پھیلا دیا جائے کہ رسول اللہ نے اسے بھی محفوظ شکل میں امت کو نہیں دیا تھا اسے بھی بعد میں آنے والوں نے مرتب اور مدون کیا تھا اور جس طرح احادیث کے بیانات میں آپ کو اختلافات نظر آتے ہیں ایسے ہی (معاذ اللہ) قرآن کریم میں بھی صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں کافی اختلافات موجود تھے۔ جس طرح روایتیں خبر واحد ہیں کہ کسی ایک صحابی نے بیان کی ہیں اسی طرح قرآن کی آیتیں بھی ایک ایک دو دو آدمیوں کے بیان پر جمع کر لی گئی ہیں وغیر ذالک من الخرافات۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انھوں نے احادیث وضع کیں اور ان کی عام تشہیر کر دی یہ روایات احادیث کے مجموعوں میں آج بھی موجود ہیں۔ اس ضمن میں حافظ ابوبکر عبداللہ ابن ابی داؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی کی شہرۂ آفاق کتاب "کتاب المصاحف" ایک خاص اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں قرآن کریم سے متعلق ان تمام روایات کو یکجا جمع کردیا گیا ہے۔ یہ روایتیں اکثر صحاح ستہ اور دوسری مستند کتب روایات میں منتشر طور پر موجود ہیں۔

کتاب المصاحف

یہ کتاب ابوبکر عبداللہ ابن ابی داؤد کی تصنیف ہے جن کا سنہ پیدائش ۲۳۰ھ اور سنہ وفات ۳۱۶ھ ہے۔ آپ حدیث کے مشہور امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (جن کی کتاب سنن ابوداؤد صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے) کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی کتاب المصاحف علمائے حدیث کے ہاں بہت مستند کتابوں میں شمار کی جاتی ہے چنانچہ اکثر متقدمین کی کتابوں میں اس کتاب کے حوالے ملتے ہیں۔ امام ابن الجزریؒ نے ان کو "ثقۃ کبیر مامونؒ" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

---

[1] اس کے معنی یہ ہیں کہ دین صرف قرآن کے اندر ہی نہیں بلکہ قرآن کی مثل قرآن کے ساتھ ایک اور چیز بھی ہے جسے روایات کہتے ہیں۔

کتاب المغنی میں ہے کہ عبداللہ بن سلیمان ثقہ ہیں اگرچہ ان کے باپ نے بعض حدیثوں میں ان کی تکذیب کی ہے لیکن اکثر متقدمین نے ان کی توثیق ہی کی ہے۔ ابن شاہین کا بیان ہے کہ ابن ابی داؤد حافظ حدیث تھے۔ نابینا ہو جانے کے بعد منبر پر بیٹھ جاتے تھے اور منبر کے نچلے درجہ پر ان کے بیٹے ابو معمر ہاتھ میں کتاب لیکر بیٹھ جاتے تھے۔ ابو معمر بتاتے جاتے تھے کہ فلاں حدیث اور ابن ابی داؤد حافظہ سے اپنے شاگردوں کے سامنے حدیثیں بیان کرتے جاتے تھے۔ ان کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ عمرابن اللیث (مشہور محدث) کے زمانہ میں بغداد سے ابن ابی داؤد سجستان گئے تو آس پاس کے تمام محدثین جمع ہو کر ان کے پاس پہنچے اور حدیثیں بیان کرنے کی درخواست کی۔ ابن ابی داؤد نے بہت انکار کیا کہ میں اپنے ساتھ کتاب لیکر نہیں آیا مگر لوگوں نے نہیں مانا اور کہا کہ امام ابوداؤد کا بیٹا اور کتاب کا محتاج ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آخر انہیں حافظہ ہی سے حدیثیں بیان کرنا پڑیں۔ جب یہ بغداد واپس آئے اور اہل بغداد کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ سجستان والوں سے مذاق کر آئے ہیں۔ آخر کچھ کاتبوں کو سجستان بھیجا گیا جو وہ حدیثیں سجستان سے نقل کر کے لائیں جو ابن ابی داؤد وہاں بیان کر آئے تھے۔ یہ احادیث جب بغداد کے حفاظ حدیث کے سامنے پیش کی گئیں تو انہوں نے صرف چھ حدیثوں میں ان کی تغلیط کی۔

یہ بغداد میں امام العراق کے نام سے یاد کئے جاتے تھے، عوام اور حکومت میں ان کا بڑا احترام تھا اور مسجد بغداد میں سلطانِ وقت نے ان کے لئے ایک منبر نصب کرا دیا تھا جس پر بیٹھکر یہ حدیثیں بیان فرماتے تھے۔ عراق کے عامۂ مشائخ نے ان سے حدیثیں لکھیں اور ان سے تحصیل علم کی، لیکن کوئی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکا۔

مصنف کے اس مختصر تعارف کے بعد ہم آپ کو کتاب المصاحف کے جستہ جستہ مقامات سے روشناس کراتے ہیں۔ سنتے جائیے اور سر دھنتے جائیے۔

قرآن کو حضورؐ نے جمع نہیں کیا بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے جمع کرایا

(۱) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ زید بن ثابت سے نقل کرتے ہیں کہ جس سال اہل یمامہ کا قتل ہوا ابوبکرؓ نے مجھے آدمی بھیجکر بلایا۔ وہاں عمرؓ بھی موجود تھے۔ ابوبکرؓ کہنے لگے کہ یہ (عمرؓ) میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ قرآن کے قاریوں کے ساتھ قتل کی گرم بازاری ہو گئی ہے، مجھے ڈر ہے کہ دوسرے مواقع پر بھی یہی گرم بازاری ہوا اور اس طرح قرآن ضائع ہو جائے۔ میری رائے ہے کہ قرآن کو جمع کر لو۔ میں نے عمرؓ سے کہا کہ جو کام رسول اللہؐ نے نہیں کیا وہ تم کیسے کرتے ہو۔ عمرؓ نے کہا بخدا یہ کام اچھا ہی ہے اور اس بارہ میں مجھ سے برابر کہتے رہے حتیٰ کہ جس چیز کے لئے خدا نے ان کا شرح صدر کر دیا تھا میرا بھی شرح صدر کر دیا اور میری رائے بھی وہی ہو گئی جو ان کی تھی۔ ابوبکرؓ مجھ سے کہنے لگے تم نوجوان اور عقلمند آدمی ہو اور رسول اللہ صلعم کے لئے وحی لکھتے رہے ہو۔ ہم تمہیں متہم نہیں سمجھتے لہٰذا تم قرآن کو لکھ لو۔ زید بن ثابت کہتے ہیں کہ بخدا اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ لیجانے کو کہتے تو وہ مجھ پر اس کام سے زیادہ دشوار نہ ہوتا۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ جو کام رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا وہ کام تم کیسے کرتے ہو۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کہنے لگے کہ بخدا یہ کام اچھا ہی ہے چنانچہ ابوبکرؓ اور عمرؓ برابر مجھ سے کہتے رہے حتیٰ کہ جس امر کے لئے ان دونوں کو

شرح صدر ہوچکا تھا مجھے بھی شرح صدر ہوگیا اور وہی میری رائے بھی ہوگئی جو ان دونوں کی رائے تھی۔ چنانچہ لکھنے کے لئے میں نے کاغذ کے ٹکڑوں، کھجور کے پٹھوں، پتھروں کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں (حافظوں) سے تلاش کرنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ ایک آیت جو میں حضورؐ کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا مجھے نہیں ملی یعنی لقد جاءکم رسول من انفسکم (الآیہ) چنانچہ میں نے اس کو ڈھونڈا بالآخر خزیمہ بن ثابت کے پاس ملی اور میں نے اس کو اس کی سورۃ میں لکھدیا۔

صدیق اکبرؓ کے زمانے میں قرآن کیونکر جمع کیا گیا

(۲) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عروہ ابن زبیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب بہت سے قاری قتل ہوگئے تو ابوبکرؓ کو یہ خوف ہوا کہ اس طرح تو قرآن ہی ضائع ہوجائے گا۔ آخر انھوں نے عمرؓ اور زید ابن ثابتؓ سے کہا کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو شخص کتاب اللہ کے متعلق کسی چیز پر دو گواہ پیش کردے اس کو قرآن میں لکھ لو۔

(۳) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبد خیر سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ مصاحف کے بارہ میں سب سے بڑا ثواب ابوبکرؓ کو ملے گا۔ خدا ابوبکر پر رحم فرمائے وہی پہلے شخص ہیں جس نے قرآن کو لوحین کے درمیان جمع کردیا۔

قرآن صدیق اکبرؓ نے خود جمع کیا اور حضرت زیدؓ نے نظر ثانی فرمائی

(۴) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ سالم اور خارجہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کو کاغذات میں جمع تو کرلیا تھا مگر زید بن ثابتؓ سے درخواست کی تھی کہ ان کو ایک نظر دیکھ لیں۔ زید ابن ثابتؓ نے اس سے انکار کردیا حتیٰ کہ انھوں نے عمرؓ سے مدد چاہی کہ وہ زید بن ثابت کو راضی کرادیں چنانچہ عمرؓ نے انھیں راضی کرادیا اور نظر ثانی کردی۔ یہ کتابیں ابوبکرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہیں پھر عمرؓ کی وفات تک ان کے پاس رہیں۔ پھر حفصہ اہلیہ رسول اللہ صلعم کے پاس رہیں۔ عثمانؓ نے انھیں منگایا تو حفصہؓ نے ان کو دینے سے انکار کردیا۔ حتیٰ کہ عثمانؓ سے عہد لیا کہ وہ انھیں واپس کردیں گے اور اس شرط کے ساتھ بھیجدیں چنانچہ عثمانؓ نے ان کو مصحفوں میں لکھکر حفصہ کو وہ کتابیں واپس کردیں اور وہ ان ہی کے پاس رہیں حتیٰ کہ مروان نے اپنے زمانے میں انھیں لیکر جلادیا

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایسے اہم واقعہ کے متعلق ایک بیان دوسرے سے کس طرح ٹکراتا جارہا ہے لیکن بایں ہمہ یہاں تک یہ کہا گیا ہے کہ قرآن رسول اللہؐ نے مرتب کرکے نہیں دیا تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ اب ایک قدم اور آگے بڑھئے۔

جمع قرآن کا کام صدیق اکبرؓ نے نہیں بلکہ حضرت عمرؓ نے شروع کیا اور عثمانؓ نے تکمیل کی

(۵) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے نقل کرتے ہیں کہ عمر ابن الخطابؓ نے قرآن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا اور اس کیلئے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا جس شخص نے رسول اللہؐ سے کچھ بھی قرآن حاصل کیا ہو اُسے ہمارے پاس لے آئے۔ لوگوں نے قرآن کو کاغذات پر، لکڑی کی تختیوں پر اور کھجور کے پٹھوں پر لکھ رکھا تھا اور عمرؓ کسی شخص سے کوئی چیز اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے جب تک دو گواہ گواہی نہ دیں۔ اسی اثناء میں عمرؓ شہید ہوگئے تو عثمان ابن عفانؓ کھڑے ہوئے اور انھوں نے لوگوں سے کہا کہ جس کے پاس کتاب اللہ کا کچھ حصہ ہو وہ ہمارے پاس لے آئے اور یہ بھی اس وقت تک کوئی چیز قبول

نہیں کرتے تھے جب تک دو گواہ گواہی نہ دیدیں۔ چنانچہ خزیمہ ابن ثابت آئے اور کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں تم نے دو آیتیں لکھنے سے چھوڑ دی ہیں پوچھا گیا وہ کونسی دو آیتیں ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے خود رسول اللہ صلعم سے یہ دو آیتیں حاصل کی تھیں لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم ؕ آخر سورت تک۔ اس پر عثمانؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دونوں آیتیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ پھر عثمانؓ نے خزیمہ سے پوچھا "بتاؤ ان آیتوں کو کہاں رکھیں؟" خزیمہ نے جواب دیا کہ قرآن کی جو سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی ہو اسے ان آیتوں ہی سے ختم کر دو۔ چنانچہ سورۂ براءۃ کو ان ہی دو آیتوں سے ختم کر دیا گیا۔

لیجئے! اب بات یہاں تک پہنچا دی گئی کہ قرآن کو نہ تو رسول اللہؐ نے مرتب فرمایا نہ ہی یہ عہد صدیقی میں مرتب ہوا۔ اس کی ابتدار حضرت عمرؓ نے کی اور وہ بھی اسے ادھورا چھوڑ کر شہید ہو گئے۔ اب آگے بڑھئے:

عہد عثمانی میں قرآن میں اختلافات

(۶) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ یزید بن معاویہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ولید بن عقبہ کے زمانہ میں مسجد میں اس حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا جس میں حضرت حذیفہؓ (مشہور صحابی) بھی تشریف فرما تھے۔ مسجد میں اس وقت روکنے والے اور پولیس کے سپاہی وغیرہ موجود نہیں تھے کہ یکایک کسی پکارنے والے نے پکار کر اعلان کیا جو شخص ابو موسیٰ (اشعریؓ) کی قرأت پر قرآن پڑھتا ہو وہ اس گوشہ کی طرف آجائے جو ابواب کندہ کے پاس ہے اور جو شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت پر قرآن پڑھتا ہو وہ اس گوشہ کی طرف آجائے جو عبداللہ کے گھر کی طرف ہے اور وہاں دو آدمیوں میں سورۂ بقرہ کی ایک آیت کے بارہ میں اختلاف ہوا تھا۔ ایک پڑھتا تھا " واتموا الحج والعمرۃ للبیت" اور دوسرا پڑھتا تھا کہ "واتموا الحج والعمرۃ للہ" حضرت حذیفہؓ کو غصہ آگیا۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ انھوں نے فوراً اپنے کرتہ کو سمیٹ کر بغل میں کیا اور مسجد ہی میں کھڑے ہو گئے۔ یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا ہے اور فرمانے لگے یا تو امیر المومنین میرے پاس آئیں یا میں امیر المومنین کے پاس جاؤں۔ (تو میں اس کے متعلق ان سے کہوں) کیونکہ تم سے پہلی امتوں نے بھی یہی کچھ کیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے خدا نے محمد صلعم کو مبعوث فرمایا انھوں نے مومنین کو ساتھ لیکر منکرین سے قتال کیا حتیٰ کہ خدا نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔ پھر خدا نے محمد صلعم کو اٹھا لیا تو لوگوں نے بے لگام گھوڑے کی طرح ہر طرف دوڑ لگانی شروع کر دی۔ پھر خدا نے عمرؓ کو خلیفہ بنایا تو وہ اسلام کے عین وسط میں اترے (اور اس کو اعتدال پر قائم کرنا چاہا) پھر خدا نے ان کو بھی اٹھا لیا تو لوگوں نے پھر منہ زور گھوڑے کی طرح ہر طرف جادہ پیمائی شروع کر دی۔ اس کے بعد خدا نے عثمانؓ کو خلیفہ بنایا اور اللہ کی قسم وہ وقت قریب ہے کہ لوگ اسلام میں وہ جادہ پیمائی کریں جو اپنی تمام پچھلی جادہ پیمائیوں کو پیچھے چھوڑ جائیے۔

زید بن ثابتؓ کے انتخاب پر عبداللہ بن مسعودؓ کی ناگواری

(۷) امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ ابراہیم نخعی سے نقل کرتے ہیں کہ جب (عثمانؓ نے اپنے مرتب کردہ قرآن کے علاوہ) باقی تمام مصاحف کو پھاڑ ڈالنے کا حکم دیا تو عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا اے لوگو! اپنے قرآنوں کو چھپا لو۔ کیونکہ جو شخص کچھ چھپا کر رکھے گا قیامت کے روز

اسے اپنے ساتھ لیکر آئے گا اور بہترین چھپانے کی چیز قرآن ہی ہے جسے تم میں سے کوئی قیامت کے روز اپنے ساتھ لیکر آئے۔

(۸) نیز امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے زید ابن ثابت کیلئے قرآن لکھنے کو ناپسند کیا اور کہنے لگے "اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے تو قرآن لکھنے کے کام سے الگ تھلگ رکھا جاتا ہے اور اس کی ذمہ داری ایک ایسے شخص نے لی ہے کہ بخدا میں اسلام لایا تو وہ ابھی اپنے کافر باپ کی صلب میں موجود تھا (یعنی پیدا بھی نہیں ہوا تھا)

غور فرمایا آپ نے کہ جمع قرآن کی مذعومہ کوششوں کے سلسلہ میں صحابہ کا ردعمل کیا بتایا جا رہا ہے اور ان کے باہمی تعلقات کو کس رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(۹) نیز امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ زر بن حبیش سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا "میں نے حضورؐ کے دہن مبارک سے ستر سے اوپر سورتیں پڑھی ہیں اور زید بن ثابت ابھی بچے تھے جن کے سر پر دو زلفیں لہراتی رہا کرتی تھیں (ب) نیز شقیق سے نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا "من یغلل یأت بما غل یوم القیمۃ" عثمانؓ مجھے کس کی قرأت پر قرآن پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ میں نے خود رسول اللہ صلعم سے ستر سے اوپر سورتیں پڑھی ہیں اور محمد صلعم کے اصحاب جانتے ہیں کہ میں ان میں کتاب اللہ کا سب سے بڑا جاننے والا ہوں اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جانتا ہے تو میں سفر کرکے بھی اس کے پاس جاتا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں جمع قرآن

(۱۰) نیز امام ابن ابی داؤد ابن شہاب زہری کی اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد جو اوپر گذر چکی ہے ابن شہاب زہری ہی کی روایت سے انس ابن مالک انصاری سے یہ اضافہ نقل کرتے ہیں کہ آذربائیجان اور آرمینیہ کے غزوہ میں اہل شام اور اہل عراق جمع ہوئے اور آپس میں انھوں نے ایک دوسرے کو قرآن سنایا تو اس میں بڑا اختلاف ہوا اور قریب ہو گیا کہ ان میں کوئی فتنہ برپا ہو جائے۔ جب حذیفہ ابن الیمان نے قرآن کے بارہ میں ان کے یہ اختلافات دیکھے تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور کہا لوگ قرآن کے بارہ میں بڑا اختلاف کر رہے ہیں حتیٰ کہ بخدا مجھے یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ وہ بھی اسی اختلاف میں مبتلا نہ ہو جائیں جس میں یہود اور نصاریٰ مبتلا ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ بہت گھبرائے اور انھوں نے حضرت حفصہؓ کے پاس آدمی بھیجکر وہ صحیفہ نکلوایا جو ابوبکرؓ کے حکم سے زید بن ثابتؓ نے جمع کیا تھا اور اس سے کئی مصحف لکھوائے اور ان کو ملک کے گوشوں میں بھیجدیا۔ جب مروان مدینہ کا امیر ہوا تو اس نے حضرت حفصہ کے پاس آدمی بھیجکر وہ صحیفے منگائے

مروان نے حضرت حفصہؓ کے صحیفے جلا دیئے

تاکہ انھیں جلا دے۔ اُسے یہ اندیشہ تھا کہ لکھنے والے ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرنے لگیں مگر حضرت حفصہ نے انکار کر دیا۔ ابن شہابؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے سالم بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ جب حضرت حفصہؓ کا انتقال ہوا تو مروان نے حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کے پاس سختی کے ساتھ کہلا کر بھیجا کہ ان صحیفوں کو اس کے پاس بھیجدیں چنانچہ جوں ہی لوگ حضرت حفصہؓ کے جنازہ سے فارغ ہو کر لوٹے عبد اللہ ابن عمرؓ نے وہ صحیفے مروان کے پاس بھیجدیئے۔ مروان نے ان کو الگ الگ کرکے جلا دیا اس اندیشہ سے کہ ان صحیفوں میں کوئی چیز اس کے خلاف نہ ہو جو حضرت عثمانؓ نے لکھا تھا۔

عہد عثمانؓ میں قرآن کیسے جمع کیا گیا

(۱۱) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ایوب سے اور وہ ابوقلابہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ایک معلم کسی شخص کی قرات کے مطابق تعلیم دیتا تھا اور دوسرا معلم دوسرے شخص کی قرات کے مطابق۔ بچے قرآن پڑھتے اور آپس میں اختلافات کرتے حتیٰ کہ یہ اختلافات معلمین تک بلند ہوگئے اور لوگوں نے ایک دوسرے کی قرات پر تکفیر تک شروع کردی۔ حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے خطبہ دیا اور کہا "تم لوگ میرے پاس ہوتے ہوئے بھی قرآن میں اختلاف کرتے ہو اور دوسروں کی تغلیط کرتے ہو جو لوگ دوسرے شہروں میں مجھ سے دور ہیں ان کی غلطیاں اور اختلافات تو اور بھی سخت ہیں۔ اے اصحاب محمدؐ اتفاق سے کام لو اور لوگوں کیلئے ایک (متفقہ) امام (کتاب اللہ) لکھدو۔ ابوقلابہ کہتے ہیں کہ مجھ سے مالک بن انسؓ نے بیان کیا (یہ امام مالک بن انسؒ کے دادا ہیں) کہ میں ان لوگوں میں شریک تھا جنھوں نے ان کو قرآن لکھوایا۔ اکثر کسی آیت کے بارہ میں اختلاف ہوتا تھا اور کوئی ایسا آدمی یاد آجاتا تھا جس نے اس آیت کو خود رسول اللہ صلعم سے سیکھا تھا اور بعض مرتبہ وہ شخص موجود نہیں ہوتا تھا یا کسی دیہات میں ہوتا تھا تو اس سے آگے اور پیچھے کی آیتیں لکھ لیتے تھے اور اس آیت کی جگہ چھوڑ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ شخص خود آجاتا یا اس کو بلوالیا جاتا تھا (اور اس سے پوچھکر وہ آیت لکھ لی جاتی تھی) جب مصحف لکھنے سے فراغت ہوگئی تو حضرت عثمانؓ نے تمام شہروں میں لکھ دیا کہ میں نے ایسا ایسا کام کیا ہے اور جو کچھ میرے پاس تھا میں نے اس کو مٹا دیا ہے لہذا جو کچھ (اس قرآن کے خلاف) تمہارے پاس ہو تم بھی اس کو مٹا دو۔

(۱۲) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ مصعب ابن سعد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کو تم سے جدا ہوئے ابھی تیرہ سال ہی گذرے ہیں مگر تم قرآن میں شک کرنے لگے ہو۔ کہتے ہو کہ یہ ابی (بن کعبؓ) کی قرات ہے اور وہ عبداللہ (بن مسعودؓ) کی قرات ہے۔ خدا کی قسم تو　　اپنی قرات ٹھیک نہیں پڑھتا۔ لہذا میں تم میں سے ہر شخص پر لازم کرتا ہوں کہ جس کے پاس بھی کتاب اللہ میں سے کوئی چیز ہو وہ بالضرور اسے میرے پاس لے آئے۔ چنانچہ کوئی کاغذ کا ورق لیکر آتا کوئی چمڑے کا ٹکڑا لیکر آتا جس میں قرآن لکھا ہوا ہوتا حتیٰ کہ اس طرح بہت کچھ جمع ہوگیا۔ پھر حضرت عثمانؓ اندر آگئے اور ایک ایک آدمی کو بلا بلا کر قسم دے دیکر انھوں نے پوچھنا شروع کیا کہ کیا تم نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہے۔ کیا رسول اللہ صلعم نے تمہیں یہ کچھ لکھوایا تھا؟ وہ شخص اقرار کرتا۔ حضرت عثمانؓ اس سے فارغ ہوگئے تو لوگوں سے پوچھا تم میں سے بہترین کاتب کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ کے کاتب زید بن ثابتؓ۔ پھر انھوں نے پوچھا تم میں لغت عربی کا بہترین ماہر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ سعید بن العاصؓ۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا ٹھیک ہے۔ سعید لکھوائیں اور زید لکھتے جائیں۔ چنانچہ زید ابن ثابتؓ نے قرآن لکھا اور کئی قرآن لکھے اور ان قرآنوں کو عثمان نے لوگوں میں پھیلا دیا۔ ابوقلابہ کہتے ہیں کہ میں نے بعض اصحاب محمدؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ عثمانؓ نے بہت اچھا کام کیا۔

(۱۳) امام ابن ابی داؤد اپنی دوسری سند سے مصعب ابن سعد ہی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ابی (ابن کعبؓ) اور عبداللہ (بن مسعودؓ) اور معاذ (ابن جبلؓ) کی قرات کو سنا تو لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: ابھی تمہارے نبی کی وفات کو پندرہ سال ہوئے ہیں اور تم قرآن میں اختلاف کرنے لگے ہو۔ میں ہر شخص پر لازم کرتا ہوں کہ جس کے پاس بھی قرآن میں سے کچھ ہو جسے اس نے

خود رسول اللہ صلعم سے سنا ہو اُسے میرے پاس لے آئے چنانچہ لوگ لکڑی کی تختیاں، ہڈی کے ٹکڑے، کھجور کی چھالیں جن میں قرآن لکھا ہوا تھا لانے لگے۔ جو شخص لیکر آتا اس سے حضرت عثمانؓ پوچھ لیتے کہ کیا اس نے یہ کچھ رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے؟ پھر انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ تم میں فصیح ترین شخص کون ہے؟ لوگوں نے سعید بن العاص کا نام لیا۔ پھر پوچھا کہ بہترین ماہر کتابت کون ہے؟ لوگوں نے زید بن ثابت کا نام لیا۔ آپ نے فرمایا اچھا زید لکھیں اور سعید لکھوائیں چنانچہ کئی مصحف لکھے گئے اور ان کو مختلف شہروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے عثمانؓ کے اس فعل پر عیب چینی کی ہو۔

(۱۴) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ محمد (ابن ابیؒ) سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور نوبت یہاں تک آگئی تھی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو کہتا تھا کہ جو کچھ تو پڑھتا ہے اس سے تو کافر ہو گیا۔ اس کی اطلاع عثمان بن عفانؓ کو کی گئی تو ان کے دل پر بڑی گرانی ہوئی اور انھوں نے قریش اور انصار کے بارہ آدمیوں کو جمع کیا جن میں ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ بھی تھے اور ان سب کو اس صحن میں اکٹھا کر دیا جو حضرت عمرؓ کے مکان میں تھا۔ اسی مکان میں قرآن رہتا تھا حضرت عثمانؓ بھی ان لوگوں کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ محمد (ابن ابیؒ) کہتے ہیں کہ مجھ سے کثیر ابن افلح نے بیان کیا جو ان لوگوں کے لئے قرآن لکھنے والوں میں سے ایک تھے کہ اکثر ان بارہ آدمیوں میں اختلاف ہو جاتا تھا تو اس اختلافی آیت کو وہ موخر کر دیا کرتے تھے۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے کثیر سے پوچھا کہ تم لوگ اس کو موخر کیوں کر دیا کرتے تھے تو انھوں نے بتایا کہ یہ مجھے معلوم نہیں۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے اس بارہ میں ایک گمان بنایا ہے تم لوگ اسے یقین نہ بنا لینا۔ میرا گمان یہ ہے کہ جب ان میں کسی آیت کے متعلق اختلاف ہوتا تھا تو وہ اسے اسلئے موخر کر دیتے تھے کہ دیکھیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو حضورؐ کے ساتھ آپ کے آخری دور میں شریک رہا ہو تو اس آیت کو اس کے قول کے مطابق لکھ لیں۔

قرآن کی ترتیب حضرت عثمانؓ نے قائم کی تھی۔

(۱۵) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عثمانؓ سے کہا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے سورۂ برارت کے ساتھ کیوں رکھدیا حالانکہ وہ مئین میں سے ہے اور پھر ان دونوں کو سبع طوال میں رکھدیا ہے۔ ایسا تم نے کیوں کیا۔ عثمانؓ نے بتایا کہ رسول اللہ صلعم پر مختلف زمانوں میں مختلف عدد والی سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں۔ جب آپ پر کچھ وحی نازل ہوتی تو کسی کاتب کو آپ بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو ایسی ایسی سورۃ میں رکھدو جس میں ایسا ایسا تذکرہ آیا ہے۔ سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو ابتداً مدینہ میں نازل ہوئیں اور سورۂ برارت بالکل آخر میں نازل ہوئی ہے مگر دونوں کا قصہ ایک سا ہے۔ مجھے خیال گذرا کہ سورۂ برارت سورۂ انفال ہی کا حصہ ہے۔ حضور صلعم کا انتقال ہو گیا اور ہمیں آپ نے یہ بتایا نہیں کہ آیا واقعی یہ اسی کا حصہ ہے بھی یا نہیں۔ اسی وجہ سے میں نے دونوں کو یکے بعد دیگرے لکھدیا ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور دونوں کو سبع طوال میں رکھدیا۔

یہاں تک یہ کہا گیا ہے کہ قرآن حضرت عثمانؓ کے عہد میں مرتب ہوا۔ لیکن یہ قرآن کس قسم کا تھا اس کی بابت بھی سُن لیجئے۔

قرآن میں غلطیاں رہ گئیں

(۱۶) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر قرشی سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ مصحف سے فارغ ہوگئے اور انھوں نے اسے دیکھا تو فرمایا تم لوگوں نے بہت اچھا کیا اور خوب کیا مگر اس میں کچھ غلطیاں مجھے نظر آتی ہیں جنھیں عرب لوگ اپنی زبانوں سے ٹھیک کرلیں گے۔

لیجئے! قرآن عہد عثمانی میں مرتب تو ہوا لیکن اس میں بھی غلطیاں رہ گئیں۔ ان غلطیوں کو حضرت عثمانؓ نے درست نہیں کیا بلکہ علیٰ حالہ رہنے دیا کہ عرب خود اپنی زبان سے درست کرلینگے اور آگے بڑھیں گے۔

(۱۷) امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ عکرمہ طائی سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کے پاس مصحف لایا گیا تو اس میں انھیں کچھ غلطیاں نظر آئیں۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ اگر لکھنے والا بنو ہذیل کا اور لکھنے والا بنو ثقیف کا کوئی آدمی ہوتا تو اس میں یہ غلطیاں نہ پائی جاتیں۔

(۱۸) سعید ابن جبیر سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا قرآن میں چار حرف غلط ہیں۔ ۱۔ الصابئون (۵/۶۹) ۲۔ والمقیمین (۴/۱۶۲) ۳۔ فاصّدّق واکن من الصلحین (۶۳/۱۰) اور ۴۔ ان ھٰذٰن لساحران (۲۰/۶۳)

(۱۹) زبیر ابوخالد کہتے ہیں کہ میں نے ابان بن عثمان سے پوچھا کہ آیت والراسخون فی العلم منھم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ الآیہ کیسے ہوگیا۔ آگے اور پیچھے رفع لایا گیا ہے اور المقیمین پر نصب ہے۔ ابانؓ نے جواب دیا کہ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ پچھلا حصہ لکھ چکا تھا۔ اس نے پوچھا آگے کیا لکھوں۔ لکھوانے والے نے کہا المقیمین الصلوٰۃ لکھو۔ اس سے جو کچھ کہا گیا لکھدیا۔

(۲۰) عروہ کہتے ہیں کہ قرآن کی غلطیوں کے متعلق میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا۔ ان ھذان لساحران۔ اور۔ والمقیمین الصلوٰۃ والمؤتون الزکوٰۃ۔ اور۔ والذین ھادوا والصابئون کے متعلق سوال تھا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا بھتیجے! یہ کاتبوں کا کام ہے کہ انھوں نے لکھنے میں غلطی کرڈالی۔

حضرت عثمانؓ نے جو مصاحف لکھوائے ان میں سے مدینہ منورہ کے تمام مصحف خود امام یعنی ان کے مصحف سے مختلف تھے

(۲۱) خالد ابن ایاس بن صخر ابن ابی الجہم بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے مصحف کو پڑھا ہے اور انھوں نے ان کے مصحف کو اہل مدینہ کے مصحفوں سے بارہ حرفوں میں مختلف پایا ہے (آگے ان اختلافات کی تفصیل دی ہے) جو مندرجہ ذیل نقشہ میں واضح کردیئے گئے ہیں۔

نمبر شمار	امام (یعنی مصحف عثمانؓ)		مصاحف اہل مدینہ
۱	ووصّٰی بھا ابرٰھیم	۲/۱۳۲	ووصّٰی بھا ابراھیم
۲	وسارعوا الی مغفرۃ		سارعوا الی مغفرۃ

۳	ویقول الذین آمنوا	یقول الذین آمنوا
۴	یا ایہا الذین آمنوا من یرتدّ منکم	یا ایہا الذین آمنوا من یرتدد منکم
۵	والذین اتخذوا مسجدا	الذین اتخذوا مسجدا
۶	لاجدن خیرا منہا منقلبا	لاجدن خیرا منہما منقلبا
۷	وتوکل علی العزیز الرحیم	توکل علی العزیز الرحیم
۸	او ان یظہر فی الارض الفساد	وان یظہر فی الارض الفساد
۹	من مصیبۃ فبما کسبت	من مصیبۃ بما کسبت
۱۰	وفیہا ما تشتہی الانفس	وفیہا ما تشتہیہ الانفس
۱۱	فان اللہ ھو الغنی الحمید	فان اللہ الغنی الحمید
۱۲	ولا یخاف عقبہا	لا یخاف عُقبہا

مختلف شہروں کیلئے جو مصحف لکھے گئے تھے ان میں باہمی اختلاف تھا

(۲۲) اس کے بعد امام ابن ابی داؤد نے ایک مستقل باب میں اپنی سندوں کے ساتھ وہ اختلافات نقل کئے ہیں جو ان مصاحف میں موجود تھے۔ جو مختلف شہروں کیلئے لکھے گئے تھے۔ یہ باب کافی طویل ہے بہ نظر اختصار ان اختلافات کو بھی ہم ایک نقشہ سے ظاہر کئے دیتے ہیں جس سے آپ کو معلوم ہو سکے گا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کے لئے جو مختلف مصاحف لکھوائے تھے اور جن کا مقصد ہی یہ تھا کہ مصاحف کے اختلافات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے وہ مقصد بھی پورا نہ ہو سکا اور ان تمام کوششوں کے باوجود مختلف شہروں کے مصاحف میں کافی اختلافات باقی رہ گئے۔

نمبر شمار	آیت		مصحف	آیت	مصحف
۱	واوصیٰ بہا ابراھیم	(۲/۱۳۲)	مدینہ	ووصّٰی بہا	کوفہ و بصرہ
۲	سارعوا الی مغفرۃ من ربکم	(۳/۱۳۳)	"	وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم	"
۳	من یرتدد	(۵/۵۴)	"	من یرتدّ	"
۴	لئن انجیتنا	۶/۶۳	مدینہ و بصرہ	لئن انجانا	کوفہ
۵	الذین اتخذوا مسجدا ضرارا	۹/۱۰۷	مدینہ	والذین اتخذوا مسجدا	کوفہ و بصرہ
۶	خیرا منہما منقلبا	۱۸/۳۶	"	خیرا منہا منقلبا	"
۷	فتوکل	۲۶/۲۱۷	"	وتوکل	"
۸	وان یظہر فی الارض	۴۰/۲۶	"	او ان یظہر	"

نمبر شمار	آیت		مصحف	آیت	مصحف
۹	وما اصابکم من مصیبة بما کسبت	(۴۲/۳۰)	مدینہ	فبما کسبت	بصرہ و کوفہ
۱۰	فیہا ما تشتھیہ الانفس	(۴۳/۷۱)	»	ما تشتھی الانفس	»
۱۱	ومن یتول فان اللہ الغنی الحمید	(۵۷/۲۴)	»	فان اللہ ھو الغنی الحمید	»
۱۲	فلا یخاف عقبٰھا	(۹۱/۱۵)	»	ولا یخاف	»
۱۳	قل ربی یعلم	(۲۱/۴)	مدینہ و بصرہ	قال ربی یعلم	کوفہ
۱۴	قل انما ادعو ربی	(۷۲/۲۰)	»	قال انما ادعو ربی	»
۱۵	لِلّٰہ ۔ لِلّٰہ ۔ لِلّٰہ	(۲۳ / ۸۵-۸۷-۸۹)	مدینہ و کوفہ	للہ ۔ اللہ ۔ اللہ	بصرہ
۱۶	ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا	(۴۶/۱۵)	کوفہ	ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا	مدینہ و بصرہ
۱۷	وما عملت	(۳۶/۳۵)	»	وما عملتہ ایدیھم	»
۱۸	فھل ینظرون الا الساعة ان تاتیھم بغتة	(۴۷/۱۸)	مکہ و کوفہ	ان تاتیھم	»
۱۹	وسیعلم الکافر	(۱۳/۴۲)	مدینہ	وسیعلم الکفار	عراق
۲۰	جاؤا بالبینات وبالزبر	(۳/۱۸۴)	شام و حجاز	جاؤا بالبینات والزبر	»
۲۱	ما فعلوہ الا قلیلا	(۴/۶۶)	شام	ما فعلوہ الا قلیل	»
۲۲	زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاؤھم	(۶/۱۳۷)	شام و حجاز	زین لکثیر من المشرکین قتل اولادِھم شرکاؤھم	»
۲۳	واذ انجاکم من اٰل فرعون	(۷/۱۴۱)	»	واذ انجینٰکم	»
۲۴	ثم کیدونی فلا تنظرون	(۷/۱۹۵)	»	ثم کیدونِ	»
۲۵	ما کان للنبیِ	(۷/۶۷)	شام	ما کان لنبیِ	»
۲۶	ھو الذی ینشرکم فی البر والبحر	(۱۰/۲۲)	»	ھو الذی یُسیّرکم	»
۲۷	کانوا ھم اشد منکم	(۴۰/۲۱)	شام و حجاز	کانوا ھم اشد منھم	»
۲۸	والحب ذا العصف	(۵۵/۱۲)	»	والحب ذو العصف	»
۲۹	تبارک اسم ربک ذو الجلال	(۵۵/۷۸)	»	ذی الجلال	»
۳۰	وکل وعد اللہ الحسنیٰ	(۵۷/۱۰)	»	وکلا وعد اللہ الحسنیٰ	»
۳۱	فامنوا باللہ ورسولہ	(۴/۱۷۱)	مکہ	ورسلہ	بصرہ
۳۲	تجری من تحتھا الانھٰر	(۹/۱۰۰)	»	تجری تحتھا الانھٰر	»

نمبر شمار	آیت		مصحف	آیت	مصحف
۳۳	وما عملت ایدیھم	(۳۶/۳۵)	کوفہ	وما عملتہ ایدیھم	بصرہ
۳۴	ولئن انجانا من ھذہ	(۶/۶۳)	،	ولئن اَنْجَیْتَنَا	،
۳۵	قال سبحٰن ربی	(۱۷/۹۳)		قل سبحن ربی	،
۳۶	قال ربی یعلم القول فی السماء	(۲۱/۴)	،	قل ربی یعلم القول فی السماء	،
۳۷	قال رب احکم بالحق		،	قل رب احکم بالحق۔	،

نوٹ: فہرست طویل ہو جانے کے خوف سے واو، فاء، اَوْ وغیرہ کے اختلافات کو ہم نے قصداً نظر انداز کر دیا ہے۔

حجاج ابن یوسف نے مصحفِ عثمانی میں گیارہ موقعوں پر تبدیلی کی

(۲۳) امام ابن ابی داؤد نے اپنی سندوں کے ساتھ عوف ابن ابی جمیلہ سے (ص۴۹ و ص۱۱۷) میں نقل کیا ہے کہ حجاج ابن یوسف ثقفی نے اپنے زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصحف میں گیارہ جگہ پر تبدیلیاں کیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔

نمبر شمار	مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ		حجاج ابن یوسف کی تبدیلی
۱	لَمْ یَتَسَنَّ وانظر	(۲/۲۵۹)	لَمْ یَتَسَنَّہْ وانظر
۲	شریعۃ ومنھاجاً	(۵/۴۸)	شرعۃ ومنھاجاً
۳	ھو الذی ینشرکم	(۱۰/۲۲)	ھو الذی یسیّرکم
۴	انا اٰتیکم بتاویلہ	(۱۲/۴۵)	اَنَا اُنَبِّئُکُمْ بتاویلہ
۵	سیقولون للہ للہ للہ	(۲۳/۸۵-۸۷-۸۹)	سیقولون للہ اللہ اللہ
۶	من المخرجین	(۲۶/۱۱۶)	من المرجومین
۷	من المرجومین	(۲۶/۱۶۷)	من المخرجین
۸	نحن قسمنا بینھم معایشھم	(۴۳/۳۲)	معیشتھم
۹	من ماء غیر یاسن		من ماء غیر اٰسن
۱۰	فالذین اٰمنوا منکم واتَّقَوْا	(۵۷/۷)	فالذین اٰمنوا منکم وانفقوا
۱۱	وما ھو علی الغیب بظنین	(۸۱/۲۴)	وما ھو علی الغیب بضنین۔

کبار صحابہؓ کے مصاحف ایک دوسرے سے مختلف تھے

اس کے بعد امام ابن ابی داؤد نے ایک مستقل باب میں متعدد مختلف سندوں کے ساتھ بڑے بڑے صحابہ کے مصاحف کے باہمی اختلافات واضح کئے ہیں جو روایات کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں

ان تمام روایتوں کو بیان کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ روایات کو دیکھنے کے لئے آپ خود کتاب المصاحف ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں ہم مختصراً صرف اختلافات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

مصحف عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف فاروقی میں
۱	صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ہ (۱/۱)	صراط من انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم وغیر الضالین۔
۲	الٓمٓ ہ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ہ (۳)	الم ہ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیام
۳	فی جنّٰتٍ یتساءلون ہ عن المجرمین ما سلککم فی سقر (۷۴/۴۰-۴۲)	فی جنات یتساءلون ہ یا فلان ما سلکک فی سقر۔

مصحف علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف حیدری میں
۱	اٰمن الرسول بما انزل علیہ من ربہ والمؤمنون	اٰمن الرسول بما انزل علیہ واٰمن المومنون

مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف ابی بن کعبؓ میں
۱	واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسٰفحین ہ فما استمتعتم بہ منھن فاٰتوھن اجورھن فریضۃ ہ (۴/۲۴)	. . . . فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمّی فاٰتوھن[1] اجورھن فریضۃ ہ
۲	للذین یؤلون من نسآئھم تربص اربعۃ اشھر (۲/۲۲۶)	للذین یقسمون تربص اربعۃ اشھر
۳	فلا جناح علیہ ان یطّوّف بھما (۲/۱۵۸)	فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما
۴	فمن لم یجد فصیام ثلٰثۃ ایام ہ ذٰلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم (۵/۸۹)	فمن لم یجد فصیام ثلٰثۃ ایام متتابعات فی کفارۃ الیمین۔

مصحف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۱	ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ (۴/۴۰)	ان اللہ لا یظلم مثقال نملۃ

[1] آئندہ آپ دیکھیں گے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے مصحف میں بھی اسی طرح ہے معلوم نہیں ہمارا ملا شیعوں کے متعہ نکاح سے اسقدر ناراض کیوں ہے جبکہ اس کی روایات کے مطابق متعہ کا جواز خود قرآن سے ثابت ہے اور وہ بھی دو دو جلیل القدر صحابیوں کے قرآن سے۔ متعہ اور عجم کی سازش کے متعلق طلوع اسلام میں ایک مبسوط مضمون شائع ہو چکا ہے۔

نمبر شمار	مصحف عثمانیؓ میں	مصحف عبداللہ ابن مسعودؓ میں
٢	یٰمریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین (٣/٤٣)	یٰمریم اقنتی لربک وارکعی واسجدی مع الساجدین۔
٣	لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم ط (٢/١٩٨)	(١) لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم فی مواسم الحج۔ (٢) لاجناح علیکم ان تبتغوا فضلاً من ربکم فی مواسم الحج فابتغوا حینئذٍ۔
٤	بل یداہ مبسوطتان (٥/٦٤)	بل یداہ بسطان
٥	وتزوّدوا فان خیر الزاد التقوٰی (٢/١٩٧)	وتزودوا وخیر زاد التقوٰی۔
٦	من بقلها وقثاءها وفومها وعدسها۔ (٢/٦١)	من بقلها وقثاءها وثُومها وعدسها۔
٧	والعصرہ ان الانسان لفی خسر ہ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ (١٠٣/١-٣)	والعصرہ ان الانسان لفی خسر وانہ فیہ الی اٰخر الدھر ہ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالصبر۔
٨	اولٰئک لهم نصیب مما کسبوا (٢/٢٠٢)	اولٰئک لهم نصیب ما اکتسبوا
٩	ولکل وجهة هو مولیها۔ (٢/١٤٨)	ولکل جعلنا قبلة یرضونها
١٠	واتموا الحج والعمرة للّٰه (٢/١٩٦)	واقیموا الحج والعمرة للبیت
١١	وحیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطرہ۔ (٢/١٤٤)	وحیث ما کنتم فولوا وجوهکم قبلہ
١٢	ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها	ولا تخافت بصوتک ولا تعال بہ
١٣	فازلهما الشیطٰن عنها فاخرجهما مما کانا فیہ (٢/٣٦)	نوسوس الشیطٰن عنها فاخرجهما مما کانا فیہ
١٤	ولا یقبل منها شفاعة۔ (٢/٤٨)	لا یوخذ منها شفاعة
١٥	ان البقر تشابہ علینا۔ (٢/٧٠)	ان البقر متشابہ
١٦	وان یأتوکم اُسٰرٰی تُفٰدوهم (٢/٨٥)	وان یؤخذوا تفدوهم
١٧	واذ یرفع ابرٰهیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا۔ (٢/١٢٧)	واذ یرفع ابرهیم القواعد من البیت واسمٰعیل یقولان ربنا تقبل منا۔
١٨	واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللّٰه (٢/٨٣)	۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لا یعبدون الا اللّٰه
١٩	ثم تولیتم الا قلیلاً منکم (٢/٨٣)	ثم تولوا الا قلیلاً منهم
٢٠	ومن تطوع خیرا۔ (٢/١٥٨)	فمن تطوع خیرا۔
٢١	لیس البر ان تولوا وجوهکم۔ (٢/١٧٧)	لا تحسبن ان البر۔

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۲۲	هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام والملئکة (۲/۲۱۰)	هل ینظرون الا ان یاتیهم الله والملئکة فی ظلل من الغمام۔
۲۳	الا ان یخافا الا یقیما حدود الله۔ (۲/۲۲۹)	الا ان یخافوا الا یقیما حدود الله
۲۴	وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن۔ (۲/۲۳۷)	...... من قبل ان تجامعوهن۔
۲۵	قال اعلم ان الله علی کل شیءٍ قدیر۔ (۲/۲۵۹)	قیل اعلم ان الله علی کل شیءٍ قدیر۔
۲۶	ما ننسخ من اٰیة او ننسها۔ (۲/۱۰۶)	ما ننسک من اٰیة او ننسخها۔
۲۷	یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فیه (۲/۲۱۷)	یسئلونک عن الشهر الحرام عن قتال فیه
۲۸	لمن اراد ان یتم الرضاعة۔ (۲/۲۳۳)	لمن اراد ان یکمل الرضاعة
۲۹	حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی (۲/۲۳۸)	حافظوا علی الصلوات وعلی الصلوة الوسطیٰ۔
۳۰	فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ (۲/۱۹۷)	فلا رفثٌ ولا فسوقٌ ولا جدالٌ فی الحج۔
۳۱	الله لا اله الا هو الحی القیوم۔ (۳/۲)	.... الحی القیام
۳۲	وما یعلم تاویله الا الله۔ (۳/۷)	وان حقیقة تاویله الا عند الله
۳۳	ویقتلون الذین یامرون بالقسط (۳/۲۱)	وقاتلوا الذی ....
۳۴	فنادته الملئکة وهو قائم یصلی فی المحراب ان الله یبشرک بیحیی (۳/۳۹)	ونادٰه الملئکة یازکریا ان الله یبشرک بیحیی۔
۳۵	فاما الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت فیوفیهم اجورهم (۳/۵۷)	.... فاوفیهم اجورهم
۳۶	ومن اهل الکتب من ان تامنه بقنطار یؤده الیک ومنهم من ان تامنه بدینار لا یؤده الیک۔ (۳/۷۵)	.... بقنطار یوفه الیک .... بدینار لا یوفه الیک۔
۳۷	اذ قالت الملئکة یمریم ان الله یبشرک۔ (۳/۴۵)	وقالت الملئکة یامریم ان الله لیبشرک
۳۸	ویعلمه الکتب والحکمة۔ (۳/۴۸)	ونعلمه الکتب والحکمة
۳۹	والله بما تعملون بصیر۔ (۳/۱۵۶)	والله بصیر بما یعملون
۴۰	وان الله لا یضیع اجر المؤمنین۔ (۳/۱۷۱)	والله لا یضیع اجر المؤمنین۔
۴۱	ونقول ذوقوا عذاب الحریق۔ (۳/۱۸۱)	ویقال لهم ذوقوا عذاب الحریق۔
۴۲	ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیرا۔ (۴/۱۰)	ومن یاکل اموال الیتامٰی ظلما فانما یاکل فی بطنه نارا وسوف یصلی سعیرا

نمبر شمار	مصحف عثمانیؓ میں	مصحف عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۴۳	او یغلب فسوف نؤتیہ اجراً عظیماً۔ (۴/۷۴)	او یغلب نؤتہ اجراً عظیماً
۴۴	فاذا برزوا من عندک بیّت طائفۃ منھم (۴/۸۱)	. . . . . . بیّتَ مبیّت منھم
۴۵	وسوف یؤت اللہ المؤمنین اجراً عظیماً (۴/۱۴۶)	وسیوتی اللہ المومنین . . . .
۴۶	فسوف نؤتیہ اجراً عظیماً۔ (۴/۱۱۴)	فسیؤتیہ اجراً عظیماً
۴۷	اولٰئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفوراً رحیماً۔ (۴/۱۵۲)	اولٰئک سنؤتیھم اجورھم وقد انزل علیکم فی الکتاب وکان اللہ غفوراً رحیماً۔
۴۸	قال اللہ انی منزلھا علیکم۔ (۵/۱۱۵)	قال سأُنزلھا علیکم
۴۹	ان تعذبھم فانھم عبادک	ان تعذبھم فعبادک
۵۰	ثم لم تکن فتنتھم الا ان قالوا (۶/۲۳)	ما کان فِتنَتَھُمْ الا ان قالوا
۵۱	حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا۔ (۶/۶۱)	. . . . . . الموت یتوفاہ رسلنا
۵۲	ان الحکم الا للہ یقص الحق۔ (۶/۵۷)	. . . . یقضی بالحق
۵۳	کالذی استھوتہ الشیٰطین (۶/۷۱)	کالذی استھوٰہ الشیطٰن
۵۴	لقد تقطع بینکم وضل عنکم۔ (۶/۹۴)	لقد تقطع ما بینکم . . . . . .
۵۵	کانما یصّعّد فی السماء (۶/۱۲۵)	کانما یتصعد فی السماء
۵۶	ولیقولوا درست (۶/۱۰۵)	لَیقُولُوا دَرَسَ
۵۷	ان ھذا صراطی مستقیماً (۶/۱۵۳)	وھذا سراطی مستقیماً۔
۵۸	قالوا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا۔ (۷/۲۳)	قالوا ربنا الا تغفر لنا وترحمنا
۵۹	اتذر موسی وقومہ لیفسدوا فی الارض ویذرک والھتک (۷/۱۲۷)	. . . . لیفسدوا فی الارض وقد ترکوک ان یعبدوک والھتک
۶۰	والذین یمسّکون بالکتٰب۔ (۷/۱۷۰)	ان الذین استمسکوا بالکتاب
۶۱	وان اللہ مع المؤمنین (۸/۱۹)	واللہ مع المؤمنین
۶۲	ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا۔ (۸/۵۹)	ولا یحسبُ الذین کفروا سبقوا
۶۳	وما منعھم ان تُقبلَ منھم نفقٰتھم (۹/۵۴)	. . . . . ان تَتَقَبّلَ منھم نفقتُھم
۶۴	قل اذن خیر لکم یؤمن باللہ (۹/۶۱)	قل اذن خیر ورحمۃ لکم یؤمن باللہ
۶۵	الا ان تقطّع قلوبھم (۹/۱۱۰)	ولو قطِّعَتْ قلوبھم

نمبر شمار	مصحف عثمانیؓ میں	مصحف عبداللہ ابن مسعودؓ میں
۶۶	اولا یرون انھم یفتنون (۹/۱۲۶)	اولم تراھم یفتنون
۶۷	من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم (۹/۱۱۷)	من بعد ما زاغت قلوب طائفۃ منھم
۶۸	حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم۔ (۱۱/۲۲)	.... وجرین بکم
۶۹	ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ انی لکم نذیر مبین (۱۲/۲۵)	ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ فقال یقوم انی لکم نذیر مبین۔
۷۰	ان کنت علی بینۃ من ربی واتنی رحمۃ من عندہ فعمیت علیکم (۱۲/۲۸)	ان کنت علی بینۃ من ربی فعمیت علیکم
۷۱	ولا تضرونہ شیئاً (۱۲/۵۷)	ولا تنقصوہ شیئاً
۷۲	فاسر باھلک بقطع من الیل ولا یلتفت منکم احد الا امرأتک۔ (۱۲/۸۱)	فاسر باھلک بقطع من اللیل الا امرأتک
۷۳	قل افا تخذتم من دونہ اولیاء (۱۳/۱۶)	قل اَفَتَخَذْتُمْ ......
۷۴	وَسَیَعلم الکُفّٰرُ لمن عقبی الدار۔ (۱۳/۴۲)	وسیعلم الکافرون لمن عقبی الدار۔
۷۵	ولا یلتفت منکم احد (۱۵/۶۵)	ولا یلتفتن منکم احد
۷۶	وسخر لکم اللیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ، (۱۶/۱۲)	وسخر لکم الیل والنھار والشمس والقمر والریاح بامرہ۔
۷۷	الذین تتوفٰھم الملئکۃ (۱۶/۲۸)	الذین توفاھم الملئکۃ
۷۸	ولنجزین الذین صبروا اجرھم (۱۶/۹۶)	ولیوفین الذین صبروا اجرھم
۷۹	فلنحیینہ حیٰوۃ طیبہ ولنجزینھم اجرھم (۱۶/۹۷)	...... حیٰوۃ طیبۃ ولیوفینھم اجرھم
۸۰	اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلٰھما فلا تقل لھما اف (۱۵/۲۳)	اما یبلغان عندک الکبر اما واحدا او کلاھما فلا تقل لھما اف
۸۱	تسبح لہ السمٰوت السبع والارض (۱۵/۴۴)	سبحت لہ الارض وسبحت لہ السمٰوت
۸۲	لکنا ھو اللہ ربی (۱۵/۳۸)	لکن ھو اللہ ربی
۸۳	یوم یقول نادُوا شرکاءی (۱۵/۵۲)	یوم یقول لھم نادوا شرکاءی
۸۴	قبل ان تنفد کلمٰت ربی (۱۶/۱۰۹)	قبل ان تُقْضٰی کلمات ربی
۸۵	قول الحق الذی فیہ یمترون (۱۹/۳۴)	قال الحق الذی فیہ یمترون
۸۶	تکاد السمٰوت یتفطرن منہ (۱۹/۹۰)	تکاد السمٰوت لتتصدّع منہ
۸۷	فاُلئک یدخلون الجنۃ (۱۹/۶۰)	فاولئک سیدخلون الجنۃ
۸۸	ءَ اِذا مامت لسوف اُخرج حیا (۱۹/۶۶)	ءاذا مامتُ سأخرج حیا۔

نمبر شمار	مصحف عثمانیؓ میں	مصحف عبداللہ بن مسعودؓ میں
۸۹	ان کل من فی السموٰت والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا (۱۹/۹۳)	...... والارض لما اٰتی الرحمٰن عبدا
۹۰	انما صنعوا کید سحر (۲۰/۶۹)	...... کید سحر
۹۱	قد انجینٰکم من عدوکم (۲۰/۸۰)	قد انجیتکم من عدوکم
۹۲	ومن الشیٰطین من یغوصون له ویعملون عملا دون ذلک وکنا له حفظین۔ (۲۱/۸۲)	ومن الشیٰطین من یغوص له ویعمل وکنا لهم حفظین۔
۹۳	اذن للذین یقتلون بانهم ظلموا۔ (۲۲/۳۹)	اذن للذین قاتلوا بانهم ظلموا
۹۴	سورة انزلنٰها وفرضنٰها (۲۴/۱)	سورة انزلنٰها وفرّضنٰها
۹۵	فی بیوت اذن الله ان ترفع ویذکر فیها اسمه یسبح له فیها بالغدو والاٰصال (۲۴/۳۶)	...... ویذکر فیها اسمه یسبحون له فیها رجال بالغدو والاٰصال۔
۹۶	لا تحسبن الذین کفروا معجزین فی الارض (۲۴/۵۷)	اَحسِب الذین کفروا معجزین فی الارض
۹۷	وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا۔ (۲/۲۱۴)	وزلزلوا یقول حقیقة الرسول والذین اٰمنوا۔
۹۸	ان الله لا یظلم مثقال ذرة (۴/۴۰)	ان الله لا یظلم مثقال نملة
۹۹	وهو الذی ارسل الریح بشرا۔ (۲۵/۴۸)	...... الریاح مبشرات
۱۰۰	انسجد لما تامرنا (۲۵/۶۰)	...... لما تامرنا به
۱۰۱	وجعل فیها سرٰجا (۲۵/۶۱)	...... فیها سُرُجا
۱۰۲	هب لنا من ازواجنا وذریٰتنا (۲۵/۷۴)	...... ازواجنا وذرّیتنا
۱۰۳	فمکث غیر بعید (۲۷/۲۲)	فیمکث غیر بعید
۱۰۴	تکلمهم ان الناس (۲۷/۸۲)	تکلمهم بان الناس
۱۰۵	الا یسجدوا لله (۲۷/۲۵)	هلا یسجدوا لله
۱۰۶	قالوا سحرٰن تظٰهرا (۲۸/۴۸)	قالوا سحران تظاهرا
۱۰۷	فعَمِیَت علیهم الانباء (۲۸/۶۶)	وعُمّیت علیهم الانباء
۱۰۸	لولا ان منّ الله علینا لخسف بنا (۲۸/۸۲)	...... علینا لانخُسِف بنا
۱۰۹	وقال انما اتخذتم من دون الله اوثانا مودة بینکم فی الحیوٰة الدنیا (۲۹/۲۵)	انما اتخذتم من دون الله اوثانا وتخلقون افکا انما مودة بینکم فی الحیوٰة الدنیا۔

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف عبداللہ بن مسعودؓ میں
۱۱۰	لیکفروا بما اٰتینٰهم ولیتمتعوا (۲۹/۶۶)	لیکفروا بما اٰتاھم قل تمتّعوا
۱۱۱	ھدی ورحمۃ للمحسنین (۳۱/۳)	ھدی وبشرٰی للمحسنین
۱۱۲	فلا تعلم نفس ما اخفی لھم (۳۲/۱۷)	فلا تعلمُ نفس ما یخفی لھم
۱۱۳	لمّا صبروا۔ (۳۲/۲۴)	بما صبروا
۱۱۴	من یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا (۳۳/۳۱)	من تعمل منکم من الصّٰلحٰت وتقنت للہ ورسولہ
۱۱۵	یرضین بما اٰتیتھن کلّھنّ (۳۳/۵۱)	یرضین بما اُوتینَ کُلُّھنّ
۱۱۶	وَالْعَنْھُمْ لعنا کبیرا (۳۳/۶۸)	والعنھم لعنا کبیرا
۱۱۷	وھم فی الغرفٰت اٰمنون (۳۴/۳۷)	وھم فی الغرفۃ اٰمنون
۱۱۸	قل ان ربی یقذف بالحق علام الغیوب (۳۴/۴۸)	...... بالحق وھو علام الغیوب
۱۱۹	فی ظلٰلٍ علی الارائک متکئون (۳۶/۵۶)	فی ظُلَلٍ علی الارائک متکئین
۱۲۰	فی شغل فٰکھون (۳۶/۵۵)	.... فٰکھین۔
۱۲۱	سلٰمٌ علی اِلْ یاسین (۳۷/۱۳۰)	سلام علی ادراسین
۱۲۲	اللہ ربّکم وربُّ اٰبائکم الاولین (۳۷/۱۲۶)	ربّکما اللہ وربّ اٰبائکما الاولین
۱۲۳	ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد (۴۰/۲۶)	ان یبدل دینکم ویظھر فی الارض الفساد
۱۲۴	کذٰلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار (۴۰/۳۵)	یطبع اللہ علی کل قلب......
۱۲۵	تکاد السمٰوٰت یتفطّرن (۴۲/۵)	...... ینفطِرْنَ
۱۲۶	اَشَھِدُوا خلقھم (۴۳/۱۹)	ما شَھِدَ خلقھُم
۱۲۷	فلولا القی علیہ اَسوِرَۃٌ (۴۳/۵۳)	لولا القی علیہ اَساوِرۃٌ
۱۲۸	وعندہ علم الساعۃ (۴۳/۸۵)	وانہ علیم الساعۃ
۱۲۹	ان وعد اللہ حق والساعۃ لا ریب فیھا (۴۵/۳۲)	ان وعد اللہ حق وان الساعۃ......
۱۳۰	فھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃ (۴۷/۱۸)	...... الا الساعۃ تاْتیھم بغتۃً
۱۳۱	فسیؤتیہ اجرا عظیما (۴۸/۱۰)	فسیؤتیہ اللہ اجرا عظیما
۱۳۲	ان اراد بکم ضرًّا او اراد بکم نفعا (۴۸/۱۱)	.... او اراد بکم رحمۃً
۱۳۳	ان یبدلوا کلٰم اللہ (۴۸/۱۵)	ان تبدلوا کلِمَ اللہ

مصحف عبداللہ بن مسعودؓ میں	مصحف عثمانیؓ میں	نمبر شمار
لتعارفوا وخیارکم عند الله اتقاکم	لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقٰکم (۴۹/۱۳)	۱۳۴
خاشعةً ابصارهم	خُشَّعًا ابصارهم (۵۴/۷)	۱۳۵
. . . . . بِمَوْقِعِ النجوم	فلا اقسم بِمَوَاقِعِ النجوم (۵۶/۷۵)	۱۳۶
. . . . . ومن قَبَلَهُ	وجاء فرعون ومن قَبْلَهٗ (۶۹/۹)	۱۳۷
فانه یعذ به	فیعذ به الله العذاب الاکبر (۸۸/۲۴)	۱۳۸

مندرجہ بالا تفصیل سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ ایک سو اڑتیس ۱۳۸ موقعوں پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قرآن ہمارے موجودہ قرآن سے مختلف تھا۔ اور ایک سو اڑتیس موقع بھی اس لئے ہیں کہ ہم نے اختصاراً زبر زیر پیش اور واو فاء اور آوٗ وغیرہ کے اختلافات کو نظرانداز کر دیا ہے ورنہ کل اختلافات کی تعداد ایک سو پچاس تک پہنچتی ہے۔

مصحف عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ

مصحف عبداللہ ابن عباسؓ میں	مصحف عثمانیؓ میں	نمبر شمار
. . . . . . ان لا یطوف بهما	فلا جناح علیه ان یطوف بهما - (۲/۱۵۸)	۱
لا جناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج فاذا افضتم	لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فاذا افضتم (۲/۱۹۸)	۲
. . . . . یخوفکم اولیائه	انما ذلکم الشیطٰن یخوف اولیائه (۳/۱۷۵)	۳
. . . . . مما اکتسبوا بعد	اولٰئك لهم نصیب مما کسبوا (۲/۲۰۲)	۴
واقیموا الحج والعمرة للبیت	واتموا الحج والعمرة لله (۲/۱۹۶)	۵
وشاورهم فی بعض الامر	وشاورهم فی الامر - (۳/۱۵۹)	۶
. . . . ولا نبی محدَّث	وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی - (۲۲/۵۲)	۷
یا حَسْرَةَ العباد	یٰحَسْرَةً علی العباد (۳۶/۳۰)	۸
. . . . حَفِیٌّ بها	کَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا (۷/۲۲۷)	۹
وان عزموا السراح	وان عزموا الطلاق - (۲/۲۲۷)	۱۰
وَمَا یُعْلَمُ تَاْوِیْلُهٗ ویقول الراسخون اٰمنا به	وما یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ الا اللهُ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا به (۳/۷)	۱۱
فان اٰمنوا بالذی اٰمنتم به	فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم به (۲/۱۳۷)	۱۲
،، بما اٰمنتم به		
. . . . والصلوٰة الوسطٰی وصلوٰة العصر	حافظوا علی الصلوات والصلوٰة الوسطٰی (۲/۲۳۸)	۱۳

نمبر شمار	مصحفِ عثمانی میں		مصحف عبداللہ ابن عباس میں
۱۴	فما استمتعتم بہ منھن فاٰتوھن اجورھن	(۴/۲۴)	فما استمتعتم[1] بہ منھن الی اجل مسمی فاٰتوھن اجورھن ۔
۱۵	طیبٰت احلت لھم (۴/۱۶۰)		طیبٰت کانت احلت لھم
۱۶	اذا جاء نصر اللہ والفتح (۱۱۰/۱)		اذا جاء فتح اللہ والنصر

مصحف حضرت عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف عبداللہ ابن الزبیرؓ میں
۱	لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم ۔ (۲/۱۹۸)	لاجناح علیکم ان تبتغو فضلا من ربکم فی مواسم الحج ۔
۲	وکذلک نصرف الاٰیٰت ولیقولوا درست (۶/۱۰۵)	. . . . ولیقولوا دارست
۳	فی جنٰت یتسائلون عن المجرمین ہ ما سلککم فی سقر (۷۴/۴۰-۴۲)	فی جنت یتساءلون ہ یا فلان ما سلکک فی سقر
۴	فیصبحوا علیٰ ما اسروا فی انفسھم ندمین (۵/۵۲)	فیصبح الفساق علی اسرو . . .
۵	ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون ۔ (۳/۱۰۴)	ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویستعینون باللہ علیٰ ما اصابھم واولٰئک ھم المفلحون ۔
۶	صراط الذین انعمت علیھم ۔ (۱/۷)	صراط من انعمت علیھم

مصحف عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

امام ابن ابی داؤد اپنی سند کے ساتھ ابوبکر بن عیاش سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے شعیب بن شعیب بن محمد بن عبداللہ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میرے اور ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ یہ تھی۔ انھوں نے فرمایا کیا میں تمہیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا مصحف دکھلاؤں چنانچہ انھوں نے مجھے وہ مصحف دکھایا تو اس میں بہت سے الفاظ ہمارے مصحف کے الفاظ سے مختلف تھے۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ انھوں نے مجھے ایک سیاہ جھنڈا بھی دکھایا جو موٹے کپڑے کا بنا ہوا تھا۔ اس میں ایک دستہ اور دو گھنڈیاں بندھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے بیان کیا کہ یہ جھنڈا رسول اللہ صلعم کا ہے جو حضرت عمرو بن العاص کے پاس تھا۔ امام ابن ابوداؤد کہتے ہیں کہ اس حدیث میں میرے والد (یعنی امام حدیث ابوداؤد صاحب سنن) نے محمد بن العلاء کے واسطہ سے ابوبکر بن عیاش ہی سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ مصحف خود ان کے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ کا لکھا ہوا تھا۔

---

[1] یہی کچھ ابی ابن کعبؓ کے مصحف کے حوالہ سے بھی پہلے گذر چکا ہے جس سے شیعوں کے متعہ نکاح کا ثبوت روایات کی رو سے مرتب شدہ قرآن سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے۔ ۱۲۔ طلوع اسلام

مصحف حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا

نمبر شمار	مصحف عثمانی میں	مصحف عائشہ صدیقہؓ میں
۱	حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی (۲/۲۳۸)	حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وصلوۃ العصر۔
۲	ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (۳۳/۵۶)	ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبیؐ والذین یصلون الصفوف الاول۔ یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

مصحف حضرت حفصہ وام سلمہ امہات المومنین رضی اللہ عنہما

ان دونوں امہات المؤمنین کے مصاحف میں بھی آیت ۲/۲۳۸ میں و صلوۃ العصر کا اضافہ موجود تھا۔

مصاحف تابعینؒ

آپ کو مبادا یہ خیال گزرے کہ صحابہ کے دور میں، جمع عثمانی سے پہلے ممکن ہے مختلف صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مصاحف میں اختلافات ہوں گے لیکن جمع عثمانی کے بعد وہ تمام اختلافات دور ہو گئے ہوں گے۔ یہ بات نہیں۔ ہمارے مجموعہ ہائے روایات میں ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ قرن ثانی یعنی عہد تابعین تک میں یہ اختلافات موجود تھے۔ چنانچہ امام ابن ابی داؤد نے اپنی کتاب المصاحف میں عہد صحابہ کے بعد عہد تابعین کے ان مصاحف کا تذکرہ بھی کیا ہے جو ان روایات کے مطابق ہمارے موجودہ قرآن سے مختلف تھے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ان تمام مصاحف کے اختلافات کو بالتفصیل بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ ہم صرف مختصراً ان تابعین کے اسمائے گرامی کے تذکرہ پر یہاں اکتفا کرتے ہیں جن کے مصاحف مصحف عثمانی سے مختلف بیان کئے جاتے ہیں۔ امام ابن ابی داؤد نے اس سلسلہ میں مصحف عبید بن عمیر لیثی، مصحف عطاء ابن ابی رباح، مصحف عکرمہ مولی ابن عباس، مصحف مجاہد بن جبر مخزومی، مصحف سعید بن جبیر، مصحف اسود بن یزید نخعی، مصحف علقمہ ابن قیس نخعی، مصحف طلحہ ابن مصرف ایامی، مصحف سلیمان بن مہران اعمش کوفی رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ فرمایا ہے۔

آج ہمارے پاس حجاج ابن یوسف کا اصلاح کردہ مصحف ہے

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا حجاج ابن یوسف نے گیارہ مقامات پر حضرت عثمانؓ کے قرآن میں تبدیلی کی اور ان روایتوں کے مطابق یہی تبدیل شدہ قرآن ہے جو آج امت کے پاس موجود ہے۔ بالفاظ دیگر جو قرآن آج امت کے پاس موجود ہے وہ نہ من وعن رسول اللہ صلعم کا دیا ہوا ہے نہ صحابہ کا مرتب کردہ بلکہ یہ وہ قرآن ہے جس میں حجاج ابن یوسف نے تبدیلیاں کر دی تھیں۔ عجم کی سازش اس سے کہنا یہ چاہتی ہے کہ قرآن کریم میں پہلی صدی کے آخر تک تبدیلیاں ہوتی رہیں اور یہی وہ زمانہ ہے جب احادیث کی تدوین شروع ہوئی تھی یعنی امام مسلم ابن شہاب زہری کا زمانہ۔ لہذا اس وقت تک قرآن وحدیث دونوں ہی غیر محفوظ شکل میں تھے۔ ہمارے پاس قرآن بھی ایک تابعی کا ہے اور احادیث بھی تابعین ہی کی جمع کردہ ہیں۔ لہذا دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی فرق ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ قرآن ایک ایسے تابعی کا ہے جو ظلم وستم اور فسق وفجور میں آج تک ضرب المثل ہے اور حدیث امام زہری کی ہے جو ائمہ حدیث کے نزدیک نہایت ہی متقی پرہیزگار اور خدا ترس آدمی تھے۔

قرآن کے اختلافات قرارت اور لب و لہجہ کے اختلافات نہیں تھے

عہد صحابہ اور عہد تابعین میں قرآن کے اندر جو اختلافات تھے وہ قراءتوں اور لب و لہجہ کے اختلافات نہیں تھے۔ عہد صحابہؓ کے اختلافات کو ہم نے بالتفصیل آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اسی نمونے کو سامنے رکھکر تابعین کے اختلافات کو بھی قیاس کر لیجئے۔ ان نقشوں میں ہم نے مصحف عثمانی اور دیگر مصاحف کے اختلافات کو پہلو بہ پہلو پیش کر کے بتا دیا ہے کہ یہ اختلافات قطعاً لب و لہجہ کے اختلافات نہیں تھے۔ بعض جگہ آیتیں کی آیتیں اور اکثر الفاظ کے الفاظ ایک دوسرے سے بدلے ہوئے یا کم و بیش ہیں۔ ان اختلافات کو کسی طرح بھی لب و لہجہ کا اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔ لب و لہجہ کا اختلاف یہی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایک لفظ کو کسی خاص ہیئت سے ادا کرتا ہے تو دوسرا شخص اسی لفظ کو دوسری ہیئت سے ادا کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ دونوں شخصوں کے وطن اور قبیلے مختلف ہوں۔ ایک ہی خاندان اور ایک ہی مقام کے دو شخصوں کے تلفظ اور طرز ادا میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ مگر ان اختلافات کی صورت یہ تھی کہ ایک ایک قبیلہ اور خاندان اور ایک ایک مقام کے لوگوں کے قرآن پڑھنے میں زبردست اختلافات موجود تھے۔ اس کے ثبوت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سنئے۔ یہ روایت کتاب المصاحف کے علاوہ خود صحیح بخاری میں بھی ص ۲۴۷ پر موجود ہے۔ روایت کا لفظی ترجمہ درج ذیل ہے۔

> مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبد قاری حضرت عمرؓ سے سن کر بیان کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم (ابن حزام) کو رسول اللہ صلعم کی زندگی میں سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا۔ میں نے ان کا پڑھنا سنا تو وہ بہت سارے ایسے الفاظ پڑھ رہے تھے جو مجھے رسول اللہ صلعم نے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر بیٹھوں مگر میں نے بمشکل صبر کیا۔ حتیٰ کہ انھوں نے سلام پھیرا تو میں نے انہی کی چادر میں انھیں کس لیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ یہ سورت جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنی ہے تمہیں کس نے پڑھائی۔ انھوں نے کہا کہ مجھے تو رسول اللہ صلعم نے پڑھائی ہے۔ میں نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے خود مجھے اس کے خلاف پڑھائی ہے جو تو پڑھ رہا تھا اور میں اس کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلعم کی طرف لے چلا اور میں نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ میں نے اس کو سورۂ فرقان کو ایسے الفاظ میں پڑھتے ہوئے سنا ہے جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "انھیں چھوڑ دو۔ ہشام! پڑھو" چنانچہ ہشام نے اسی طرح رسول اللہ صلعم کے سامنے پڑھ دیا جیسا کہ میں نے پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ اس پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا "یونہی تو نازل ہوئی ہے" پھر فرمایا۔ عمر! اب تم پڑھو۔ چنانچہ جس طرح حضورؐ نے مجھے پڑھائی تھی میں نے پڑھ کر سنائی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "یوں بھی نازل ہوئی ہے" اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ قرآن تو سات حرفوں پر نازل ہوا ہے لہٰذا جس طرح آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

آپ کو حیرت ہوگی کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی قریشی ہیں اور مکہ کے رہنے والے ہیں اور ہشام ابن حکیم بھی قریشی اور مکی ہیں دونوں کی زبان ایک ہے دونوں کا لب و لہجہ ایک ہے۔ ایک خاندان اور ایک ہی مقام کے دونوں آدمی سورۂ فرقان کو اسقدر اختلاف کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بمشکل نماز ختم ہونے تک صبر کرتے ہیں

اور نماز کے بعد انہی کی چادر میں کس کر گھسیٹتے ہوئے رسول اللہ صلعم کے پاس لاتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم دونوں سے وہ سورت سنتے ہیں۔ ہشام بن حکیم سے سن کر بھی کہتے ہیں کہ ہاں یوں ہی تو نازل ہوئی ہے اور پھر حضرت عمرؓ سے سن کر بھی فرما دیتے ہیں کہ ہاں یوں بھی نازل ہوئی ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ بھی کہ قرآن تو سات حرفوں پر نازل ہوا ہے جس طرح آسان ہو اکرے پڑھ لیا کرو۔ ان روایات کی بنا پر علامہ سیوطیؒ تفسیر اتقان میں یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ

بہت سے عوام جو یہ نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد سات قرائتیں ہیں یہ بہت ہی بُری جہالت ہے۔

اس پر اتقان کا محشی لکھتا ہے۔

کیونکہ ساتوں قرائتیں سب کی سب ایک ہی حرف میں ہو سکتی ہیں اور وہ لغت قریش ہی تو ہے۔

بخاری کی اس حدیث پر علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں

اس حدیث سے ان لوگوں کے قول کی تقویت ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حروف سے مراد مرادف الفاظ کے ساتھ معنوں کا ادا کردینا ہے خواہ وہ ایک ہی لغت سے کیوں نہ ہو کیونکہ یہاں ہشام کا لغت قریش ہی کی زبان تو ہے اور ایسے ہی عمرؓ کا لغت بھی۔ اور اس کے باوجود دونوں کے پڑھنے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ ابن عبد البرؒ نے ایسا ہی کہا ہے اور اکثر اہل علم سے یہی منقول ہے کہ سات حرفوں سے مراد یہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ یہ اختلافات صرف لب و لہجہ اور قرائتوں کے اختلافات نہیں تھے بلکہ مرادف الفاظ کے ساتھ مطلب اور معنی ادا کردینے کے اختلافات تھے۔ ہر شخص کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ قرآن کے معنی اور مضمون کو اپنے الفاظ میں جس طرح چاہے بیان کردے۔

قرآن بھی روایت بالمعنیٰ ہے

روایات پر ایک بہت بڑا اعتراض یہ بھی تھا کہ جو کچھ روایتوں میں بیان کیا جا رہا ہے یہ حضور اکرم کے الفاظ نہیں ہیں روایت بالمعنیٰ ہے۔ یعنی راوی رسول اللہؐ کے مطالب کو اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ اسلئے معلوم نہیں آپؐ نے کیا فرمایا تھا اور سننے والے نے اپنے الفاظ میں اس کو کس طرح نقل کر دیا ہے۔ اس اعتراض سے بچنے کے لئے عجم کی سازش نے قرآن کریم کو بھی بالکل اسی سطح پر لا کر رکھدیا ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں ہر شخص کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ قرآن کے معنی اور مضمون کو اپنے الفاظ میں جن مرادف الفاظ کے ساتھ چاہے بیان کردے۔ مختصراً یہ کہ ان روایات کی رو سے موجودہ قرآن حضور اکرم صلعم نے مرتب نہیں کیا تھا نہ اس کو لکھوایا تھا۔ صحابہؓ کے زمانے میں حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ نے عثمانؓ نے۔ یا زید ابن ثابتؓ نے اسے لکھا اور مرتب کیا جس میں غلطیاں بھی رہ گئیں۔ حجاج ابن یوسف نے اپنے زمانے میں گیارہ مقامات پر اصلاح کی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جو قرآن آج ہمارے پاس موجود ہے وہ قرآن کے معنی اور مضمون کی وہ تعبیر ہے جو حضرت عثمانؓ نے اپنے الفاظ (یا دیگر صحابہ کے الفاظ) میں دی تھی اور حجاج ابن یوسف نے اس کی اصلاح کی تھی۔

ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولئے

کتاب المصاحف ایک سو چھیانوے صفحات پر پھیلی ہوئی ایک ضخیم کتاب ہے۔ پوری کتاب کو نقل کرنا

ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ جن حضرات کو شوق ہو وہ روایات کے اس عظیم بالشان خزانے کو خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ لیکن ہم اپنے ان ناظرین سے جن کے دل میں ایمان اور احترام قرآن کی ایک ننھی سی چنگاری بھی روشن ہو مندرجہ بالا اقتباسات کو پیش کرنے کے بعد صرف اتنا سوال کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ذرا اپنے دلوں کا جائزہ لیکر اتنا بتائیں کہ ان اقتباسات کو پڑھنے کے بعد قرآن کریم کے متعلق انکے دلوں میں کیا تصور پیدا ہوتا ہے۔ کیا ایسی کتاب جسکے متعلق آپنے یہ کچھ پڑھا ہے خدا کی کتاب کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہے اور کیا اسکے متعلق یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ خدا کی طرف سے ہے، اور وہ آجتک محفوظ ہے اور یہی کتاب ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی اور جسے رسول اللہ صلعم نے خدا کی طرف سے امت محمدیہ کو دیا تھا۔

سوچئے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے اور بتائیے کہ آخر اس کتاب اور تورات و انجیل میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے۔

تورات، انجیل اور دیگر مذاہب کی مبینہ آسمانی کتابوں کے خلاف آپ سب سے بڑا اعتراض یہی وارد کرتے ہیں (اور اسی کی بنا پر آپ انھیں غیر یقینی قرار دیتے ہیں) کہ ان کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حرفاً حرفاً وہی ہیں جو ان مذاہب کے پیغمبروں نے اپنی امت کو دی تھیں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ ان روایات نے کس طرح قرآن کو بھی اسی سطح پر لا کر کھڑا کر دیا ہے جہاں دیگر مذاہب کی کتابیں تھیں؟ دیکھ لیجئے کہ عجم کی یہ سازش کس طرح کامیاب ہوئی؟ چنانچہ آج غیر مسلم مستشرقین انہی روایات کو سامنے لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی روشنی میں بتائیے کہ تم قرآن کی حفاظت کا دعویٰ کس طرح ثابت کر سکتے ہو؟ آپ کو معلوم ہے کہ یہی "کتاب المصاحف" جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، شائع کس طرح سے ہوئی ہے؟ ایک فاضل مستشرق ہے (ARTHUR JEFFERY)۔ اس نے کیا یہ ہے کہ قرآن کے متعلق جسقدر اختلافات ہماری کتب روایات میں پائے جاتے ہیں ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے شائع کر دیا ہے کتاب کا نام ہے (MATERIALS FOR THE HISTORY OF THE TEXT OF THE QURAN)[1] اس کے ساتھ ہی اس نے، اس خیال سے کہ مبادا یہ نہ کہدیا جائے کہ ایک غیر مسلم (عیسائی) نے معاندانہ طور پر "غیر مستند چیزوں" کو جمع کر دیا ہے، امام ابن ابی داؤد کی "کتاب المصاحف" کو من وعن شائع کر دیا ہے جس میں وہ تمام احادیث موجود ہیں جو ان اختلافات کی سند ہیں۔ اور اس طرح ساری دنیا پر ظاہر کر دیا کہ یہ ہے اس کتاب کی حقیقت جس کے متعلق مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے رکھی ہے۔

یہ ہیں عجم کی وہ سازشیں جن کی بنا پر اس نے خود قرآن ہی کے متعلق یہ خیال عام کر دیا کہ یہ کونسی محفوظ کتاب ہے؟ انہی سازشوں کا اثر ہے کہ آج جب یہ کہا جاتا ہے کہ اگر احادیث دین کا غیر متبدل جزو تھیں تو رسول اللہ کو چاہیئے تھا کہ انھیں بھی قرآن کی طرح محفوظ شکل میں امت کو دیکر جاتے، تو مُلّا کی طرف سے جواب یہ دیا جاتا ہے کہ (معاذاللہ معاذاللہ) قرآن کونسا محفوظ تھا جو تم احادیث کے خلاف ایسا اعتراض وارد کرتے ہو؟ توبہ! توبہ!! پناہ بخدا۔ آج مسلمان کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ وہ خود قرآن ہی کے متعلق اعلان کرتا ہے کہ وہ بھی محفوظ شکل میں امت کو نہیں ملا تھا ع

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما؟

---

[1] یہ کتاب (E.J. BRILL) پبلشرز لیڈن سے مل سکتی ہے۔

غور فرمایا آپ نے کہ عجم کی محولہ بالا سازش کس قدر گہری تھی اور اس کا اثر کس قدر دور رس ہے! اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ ملا جو ان روایات کا پاسبان اور اس طرح عجم کی سازش کو برقرار رکھنے کا ذمہ دار ہے حاملِ دینِ متین اور محافظِ شرعِ مبین قرار پا رہا ہے۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا سے ڈرو۔ اور اس قسم کی اسلام سوز باتیں رسول اللہ کی طرف تو نہ منسوب کرو' اسے ملحد' بے دین' مرتد اور نہ جانے کیا کیا کچھ ٹھہرا دیا جاتا ہے؟ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ آج (غیر مسلموں کی طرف سے نہیں بلکہ خود) مسلمانوں (اور مسلمانوں میں سے بھی ان کے دین کے محافظ" علمائے کرام") کی طرف سے یہ مطالبہ ہو رہا ہے کہ ہم ثابت کریں کہ قرآن واقعی محفوظ کتاب ہے! اور یہ مطالبہ اس طرح سے کیا جاتا ہے' گویا ان کا قرآن سے کوئی رشتہ یا تعلق نہیں۔ قرآن کا رشتہ صرف طلوع اسلام سے ہے۔ اس لئے اس کی ذمہ داری طلوع اسلام پر ہے کہ وہ ثابت کرے کہ قرآن محفوظ کتاب ہے اور ملا یہ ثابت کرے گا کہ قرآن محفوظ کتاب نہیں!! جب حالت یہاں تک پہنچ جائے تو آپ ہی بتائیے کہ

آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے؟

بایں ہمہ اگر یہ ہمارا ذمہ ہے کہ ہم ثابت کریں کہ قرآن' اللہ کی محفوظ کتاب ہے' تو ہم اس ذمہ داری سے ہچکچاتے نہیں بسر و چشم اپنے سر لیتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

ہمارا ایمان

لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم جو کچھ ثابت کرینگے خود قرآن سے ثابت کریں گے۔ اس پر اگر مُلّا نے کہدیا کہ ہم قرآن کی شہادت تسلیم ہی نہیں کرتے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ لیکن ہمارا یقین ہے کہ دین کے معاملے میں اس حد تک صرف مُلّا ہی جا سکتا ہے۔ عام مسلمان جن کے دل میں خدا اور قرآن کی کچھ بھی عظمت ہے کبھی ایسا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اسلئے ہمارا مخاطب عجم کی سازش کا علمبردار مُلّا نہیں بلکہ متلاشئ حق مسلمان ہے۔ آئیے ہم دیکھیں کہ قرآن کریم نے اس یقین کو پیدا کرنے کے لئے کہ رسول اللہ صلعم نے قرآن کو مکتوب اور محفوظ شکل میں امت کو دیا تھا کیا کچھ کہا ہے۔

غیر مکتوب چیز یقینی نہیں ہو سکتی

یہ ایک حقیقت ہے کہ علم کی دنیا میں یقینی شئے اسی کو کہا جا سکتا ہے جو قید کتابت میں آجائے۔ چنانچہ خود عربوں کے ہاں یہ ضرب المثل موجود ہے" العلم صید والکتابۃ قید" (علم ایک وحشی شکار کی طرح ہے اس کو لکھکر ہی محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے ہمارے سامنے یہ سوال آتا ہے کہ رسول اللہ نے قرآن کو لکھی ہوئی شکل میں امت کو دیا تھا یا نہیں۔

کتابت قرآن کی نگاہ میں

قرآن نے لکھنے پڑھنے پر کتنا زور دیا ہے یہ محتاج بیان نہیں۔ حضورؐ پر جو سب سے پہلے وحی آئی ہے اس میں آپ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے۔

اقرأ وربك الاكرم ۝ الذی علم بالقلم ۝ علم الانسان ما لم یعلم ۝ (۹۶/۳-۵)

اے پیغمبر! پڑھ۔ تیرا پروردگار نہایت ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا (اور اس طرح) انسان کو وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

دوسری جگہ

نٓ والقلم وما یسطرون ۰ (۶۸/۱)

نٓ ۔ ہم شہادت پیش کرتے ہیں قلم کی اور اس کی جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔

فرما کر کتابت وتحریر کی اہمیت کو واضح تر کر دیا۔ قرآن نے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی لکھ لینے کو ضروری قرار دیا ہے کیونکہ جو بات لکھی ہوئی نہ ہو بلکہ محض لوگوں کی زبانی نقل در نقل ہوتی آ رہی ہو وہ نہ خدا کے نزدیک صحیح تر ہے نہ ہی شہادت کے لئے استوار تر بلکہ محل شک وشبہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ حکم ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمّٰی فاکتبوہ ———— ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ۰ ذٰلکم اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ وادنیٰ الا ترتابوا۔ (۲۸۲/۲)

اے پیروان دعوت ایمانی! جب کبھی آپس میں قرض کا لین دین کسی وقت مقررہ تک کرو تو اس کو لکھ لیا کرو ————

معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو اس کو اس کی میعاد تک لکھ لینے میں سستی نہ کیا کرو۔ کیونکہ لکھ لینا ہی اللہ کے نزدیک صحت کی بڑی ضمانت اور گواہی کے لئے بڑی استواری کا باعث اور شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔

ظاہر ہے کہ قرض کا لین دین محض ایک باہمی معاملہ کی بات ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کا معاملہ بالکل دین کا بلکہ دین کی بنیاد کا معاملہ ہے۔ اگر چھوٹا یا بڑا قرضہ دستاویز نہ لکھنے کی وجہ سے خدا کے نزدیک صحت سے دور، شہادت کے لئے ناا ستوار، اور محل شبہ قرار پا سکتا ہے تو قرآن کا نہ لکھا جانا اور محض زبانی نقل پر اکتفا کر لینا کیسے جائز ہو سکتا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم کو پہلی ہی وحی میں قرارت اور قلم کی طرف متوجہ کر دیا گیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر فائز ہونے تک لکھنے پڑھنے سے ناآشنا تھے۔ حق تعالیٰ کی طرف سے اس رہنمائی کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ شبہ کرنا بھی بہت بڑی جسارت ہے کہ آپ نے حق تعالیٰ کی اس رہنمائی سے خود فائدہ نہیں اٹھایا ہوگا۔ اس رہنمائی کے بعد یقیناً آپ نے لکھنا پڑھنا سیکھا ہوگا۔ بہرحال اتنی بات تو یقینی ہے کہ منصب رسالت پر فائز ہو جانے کے بعد آپ امی نہیں رہے تھے آپ لکھ پڑھ سکتے تھے۔ چنانچہ سورۂ عنکبوت میں ہے:۔

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتٰب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون ۰ (۲۹/۴۸)

اور اے پیغمبر! تم قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھ سکتے تھے (اگر ایسا ہوتا) پھر تو باطل پرست لوگ ضرور شبہ کر سکتے تھے۔

یہاں قرآن کریم نے کتابیں پڑھ سکنے اور اپنے ہاتھ سے لکھ سکنے کی نفی صرف نزول قرآن سے پہلے زمانہ کے لئے کی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن کے بعد آپ بخوبی لکھ پڑھ سکتے تھے۔ ورنہ "من قبلہ" کے لفظ سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ لفظ بالکل بیکار ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں وما کنت تتلو من کتٰب ولا تخطہ بیمینک کافی تھا۔ معلوم نہیں یہ خیال کہاں سے پیدا کر لیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک لکھنے پڑھنے سے ناآشنا رہے۔ حیرت ہے کہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ عبرانی زبان سیکھنا چاہیں تو

ہفتہ بھر میں عبرانی جیسی ایک غیر زبان سیکھ کر عبرانی زبان میں خطوط لکھنے پڑھنے کے قابل ہو سکتے ہوں مگر محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ذہین شخص جس کی ذہانت یقیناً حضرت زیدؓ سے بڑھ کر تھی اس کے متعلق یہ خیال کر لیا جائے کہ وہ تادم وفات ان پڑھ ہی رہا۔

قرآن کی اس واضح شہادت کے بعد ہم اس غلط خیال کیلئے کوئی وجہ جواز نہیں دیکھتے قرآن اتنا ہی نہیں کہتا بلکہ وہ یہاں تک کہتا ہے کہ وحی نازل ہونے کے بعد اول آپ اسکو خود قلم بند فرما لیا کرتے تھے اور اس کے بعد دوسرے صحابہ کو لکھوا دیا کرتے تھے۔ اور ایسا عموماً بالالتزام ہوتا رہتا تھا۔ ملاحظہ ہو:

وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃ واصیلا۔ (۲۵/۵)

مشرکین کہتے ہیں (قرآن اس کے سوا کیا ہے کہ) پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جو اس (محمدؐ) نے خود لکھ لی ہیں اور وہی اس کے سامنے صبح و شام لکھوائی جاتی رہتی ہیں۔

اِکْتَتَبَ کے معنی ہیں کہ انسان خود لکھے بلکہ یہ بھی کوئی دوسرا بول رہا ہو اور یہ خود لکھ رہا ہو۔

واکتتب الکتاب خطہ واستملاہ۔ (محیط المحیط ص ۱۷۸۵/ج ۲)

اور اکتتب الکتاب کے معنی یہ ہیں کہ اس نے کتاب کو خود لکھا اور دوسرے سے املاء کرانے کی خواہش کی۔

املاء کے معنی (DICTATE) کرانے کے ہیں یعنی ایک بولتا جائے اور دوسرا لکھتا جائے۔ تُملی علیہ سے پہلے اکتتب کے معنی بجز اس کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے کہ پہلے آپ خود لکھ لیتے تھے۔ پھر تملی علیہ پر ایک فا آرہی ہے جو تعقیب کیلئے آتی ہے لہذا دونوں فعلوں کا ایک زمانہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کو عطف تفسیری قرار دیا جائے۔ لہذا اس کے معنی صاف صاف یہ ہیں کہ وحی کو رسول اللہ پہلے خود لکھ لیا کرتے تھے اور اس کے بعد صحابہ کو لکھا دیا کرتے تھے۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ آیت مکی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مکہ ہی میں یہ عادت شریفہ تھی کہ وحی نازل ہونے کے بعد پہلے خود قلم بند فرما لیا کرتے تھے پھر دوسرے صحابہؓ کو لکھوا دیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ التزاماً جاری رہتا تھا۔

لفظ کتاب کی لغوی تحقیق

قرآن کریم نے جابجا اپنے آپ کو کتاب کہا ہے چنانچہ سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن شروع ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الٓمٓ ذلک الکتاب لاریب فیہ (۲/۱-۲)

الم۔ یہ الکتاب ہے جس میں شک کی گنجائش ہی نہیں۔

ہمیں سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاہئے کہ کتاب کہتے کسے ہیں۔ کتاب کی لغوی تحقیق حسب بیان علماء لغت یہ ہے کہ کتاب دراصل اس لوہے کے چھلے کو کہتے ہیں جو تحفظ نسل کیلئے اونٹنیوں کی شرمگاہوں پر ڈال دیا جاتا تھا کہ وہ ہر قسم کے اونٹ سے حاملہ نہ ہو سکیں پھر اس کے بعد اونٹنی کے تھنوں کو ملا کر ان میں ایسا ہی چھلا پہنا دیا جاتا تھا تاکہ وہ اپنے بچہ کو نہ سونگھ سکے اور اس طرح اپنے بچہ کو دودھ نہ پلا دے۔ پھر اس کے بعد چند چیزوں کو ملا کر چھلا ڈال دینے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ چونکہ کتاب میں بھی اس کے

اوراق کو ملاکر چھلا ڈالا جاتا تھا یا جیسا کہ آجکل چھلے کے بجائے دھاگا ڈالدیا جاتا ہے) اسلئے کتاب عربی پر بھی اس کا اطلاق کیا جانے لگا۔ اس کے بعد اس میں مزید وسعتیں ہوتی چلی گئیں (ملاحظہ ہو محیط المحیط صفحہ ۱۷۸۹ ج۲ اور دیگر مبسوط لغات عربی)

بہرحال اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کتاب کے مفہوم میں چند چیزوں کو ملاکر مجتمع کردینا ضروری ہے۔ لہذا کتاب کا اطلاق اصل لغت کے لحاظ سے اسی مجموعۂ اوراق پر کیا جاسکے گا جس کی شیرازہ بندی کسی کپڑے یا دھاگے سے کردی گئی ہو۔ قرآن کریم اپنے آپ کو ایک دو جگہ نہیں سینکڑوں جگہ "کتاب" کے لفظ سے یاد کرتا ہے کہیں صرف کتاب کہتا ہے ملاحظہ ہو

۲/۲-۷۸-۷۹-۱۰۱-۱۵۱-۲۳۱ ۳/۷-۲۳-۱۶۴ ۴/۱۱۳-۱۲۷-۱۳۶-۱۴۰ ۶/۹۲ ۷/۲-۱۹۶ ۱۳/۱ ۱۵/۱ ۱۶/۶۴ ۲۱/۲۰ ۲۸/۸۶ ۲۹/۴۷-۵۱ ۳۹/۱ ۴۰/۱ ۴۵/۲ ۴۶/۲-۱۲ ۶۲/۲

کہیں اپنے آپ کو کتٰب مبین کہتا ہے۔ ملاحظہ ہو ۵/۱۵ ۱۲/۱ ۲۶/۱ ۲۷/۱ ۲۸/۲ ۳۶/۶۹ ۴۳/۲ ۴۴/۲

کہیں اپنے آپ کو الکتٰب بالحق کہتا ہے۔ دیکھئے ۲/۱۷۶ ۳/۳ ۴/۱۰۵ ۵/۴۸ ۱۳/۱ ۱۶/۳۲

کہیں الکتاب مفصلاً کہتا ہے۔ دیکھئے ۶/۱۱۴

کہیں کتاب انزلنٰہ مبارک کہتا ہے۔ دیکھئے ۶/۱۵۵ ۳۸/۲۹

کہیں الکتٰب الحکیم کہتا ہے۔ دیکھئے ۱۰/۱ ۳۱/۱-۲

کہیں الکتٰب لاریب فیہ کہتا ہے۔ دیکھئے ۲/۲ ۱۰/۳۷ ۳۲/۲

کہیں کتٰب احکمت اٰیٰتہ کہتا ہے۔ دیکھئے ۱۱/۱ ۴۱/۲

کہیں کتٰب عزیز کہتا ہے۔ دیکھئے ۴۱/۴۱۔

کہیں نزلنا علیک الکتٰب تبیاناً لکل شئ کہتا ہے۔ دیکھئے ۱۶/۸۹

کہیں احسن الحدیث کتاباً متشابہاً مثانی کہتا ہے۔ دیکھئے ۳۹/۲۳

غرضکہ مختلف عنوانوں اور مختلف صفات کے ساتھ وہ اپنے آپ کو کتاب کہتا ہے۔ ان مختلف عنوانات وصفات سے بحث کرنے کیلئے اس وقت نہ گنجائش ہے اور نہ ہی ضرورت۔ آپ صرف اس وقت اتنا دیکھئے کہ قرآن اپنے کو کتاب کہتا ہے (کتاب کا صحیح مفہوم اپنے ذہن میں رکھئے) جس میں شیرازہ بندی کا مفہوم داخل ہے لہذا یقیناً نزول قرآن ہی کے وقت سے قرآن کریم ایسی صورت اختیار کرتا جارہا تھا جس پر کتاب کا لفظ صادق آسکے۔ پھر وہ اپنے آپ کو ایک ایسی کتاب کہتا ہے جس میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور ہم آپ کو پہلے بتا چکے ہیں کہ قرآن کی نگاہ میں اگر کوئی چیز لکھی ہوئی نہ ہو چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی، تو خدا کے نزدیک نہ وہ صحیح تر ہے نہ شہادت کیلئے استوار تر ہے اور نہ ہی شک وشبہ سے بعید تر۔ ظاہر ہے کہ جب قرآن اپنے لئے یہ دعوٰی کررہا ہے کہ اس میں شکوک وشبہات کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اور خود ہی یہ اصول بھی بیان کیا ہے کہ شبہ سے بالاتر وہی چیز ہوسکتی ہے جسے لکھ لیا جائے تو لامحالہ اسے خود اپنے اصول کے مطابق کہیں لکھا ہوا ہونا چاہیئے۔ نہ صرف منتشر اوراق پر لکھا ہوا بلکہ مجموعی (شیرازہ بند) اوراق پر، تاکہ اس کو کتاب کہنا صحیح ہو۔

قرآن اور کتاب اس مجموعہ کا نام ہے جس میں بہت سی سورتیں ہیں۔

قرآن اپنی حقانیت پر استدلال کرتے ہوئے دنیا کی تمام قوموں کو تحدی (چیلنج) کرتا ہے اور کہتا ہے۔

ام یقولون افترٰہ قل فأتوا بسورۃ مثلہ (۱۰/۳۸)

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ محمدؐ نے قرآن کو جھوٹ بنا لیا ہے۔ ان سے کہدو قرآن کی طرح کی کوئی سورت بنا لاؤ۔

دوسری جگہ وہی تحدی (چیلنج) اس صورت میں پیش کرتا ہے۔

ام یقولون افترٰہ قل فأتوا بعشر سور مثلہ مفتریات۔ (۱۱/۱۳)

کیا وہ کہتے ہیں کہ محمدؐ نے قرآن کو جھوٹ بنا لیا ہے۔ ان سے کہدو کہ تم ذرا اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں بنا کر دکھا دو۔

تیسری جگہ اسی تحدّی کو اس صورت میں پیش کرتا ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ (۱۷/۸۸)

اے پیغمبر! کہدو کہ اگر سارے انسان اور جن (شہری اور بدوی لوگ) بھی اس پر اکٹھے ہو کر کوشش کریں کہ اس قرآن جیسا ایک دوسرا قرآن بنا لائیں تو اس جیسا قرآن بنا کر نہیں لا سکتے اگرچہ وہ سارے ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

ان تینوں آیتوں کو سامنے رکھ کر سوچئے اور غور کیجئے کہ کہیں وہ یہ چیلنج کرتا ہے کہ قرآن جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ کہیں کہتا ہے کہ دس سورتیں بنا لاؤ۔ کہیں کہتا ہے کہ اس جیسا قرآن بنا لاؤ۔ ان تمام آیتوں کو سامنے رکھنے سے قرآن کے متعلق ذہن انسانی میں جو تصور پیدا ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب کا نام ہے جس میں بہت سی سورتیں ہیں کہ کبھی اس پورے قرآن جیسا قرآن بنانے کا چیلنج کیا جاتا ہے اور کبھی اس جیسی صرف دس سورتوں کا اور کبھی صرف ایک ہی سورت کا۔

قرآن لکھا جاتا تھا اور دیکھ کر اسکی تلاوت کی جاتی تھی

مگر اس کے باوجود جب کفار و مشرکین اپنے اسی عناد پر قائم رہتے ہیں تو قرآن کریم بطور استعجاب سوال کرتا ہے۔

ام عندھم الغیب فھم یکتبون۔ (۶۸/۴۷)

کیا ان کے پاس بھی علم غیب ہے جسے وہ لکھ لیتے ہوں؟

اور

ام لکم کتٰب فیہ تدرسون (۶۸/۳۷)

کیا تمہارے پاس کوئی دوسری کتاب ہے جس میں دیکھ کر تم پڑھتے ہو؟

یہ سوالات قرآن کے انکار پر کئے جا رہے ہیں جس کا مطلب یہی ہے کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو وحی ہونے کے بعد فوراً لکھ لی جاتی ہے اور محمد رسول اللہ والذین معہ اس کو دیکھ دیکھ کر پڑھتے اور تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ اے کفار و مشرکین! کیا تمہارے پاس بھی کوئی ایسی کتاب ہے جو عالم غیب سے بطور وحی کے آتی ہو اور اسی طرح فوراً لکھ لی جاتی ہو نیز تم لوگ بھی اس کتاب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے صحابہ کی طرح دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہو؟ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم وحی کے بعد فوراً لکھ لیا جاتا تھا اور حضور اکرم صلعم

اور تمام صحابہ اس کتاب کو دیکھ دیکھ کر اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

اور آپ دیکھ چکے ہیں کہ قرآن اس مجموعۂ کتاب کا نام تھا جس میں بہت سی سورتیں تھیں۔ یہاں آپ نے دیکھا کہ وہ وحی کے فوراً بعد لکھ لیا جاتا تھا اور اس کو دیکھ دیکھ کر اس کی تلاوت کی جایا کرتی تھی۔ لامحالہ اس کتاب میں یہ تمام سورتیں آگے پیچھے کسی خاص ترتیب ہی سے لکھی ہوئی ہوں گی۔ کیونکہ مختلف سورتوں کو یوں لکھ لینے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی سورت کسی سورت سے نہ آگے ہو نہ پیچھے۔ یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ قرآن کریم کی ایک خاص ترتیب بھی تھی اور وہ ترتیب نزول قرآن کے ساتھ ساتھ ہی قائم ہوتی جا رہی تھی۔

قرآن کریم ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا موجود تھا

اس کے بعد قرآن کریم ہمیں نہایت زوردار الفاظ کے ساتھ بتاتا ہے کہ وہ ایک بہت ہی محفوظ کتاب میں لکھا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو

فلا اقسم بمواقع النجوم ۝ وانہ لقسم لو تعلمون عظیم ۝ انہ لقراٰن کریم ۝ فی کتاب مکنون ۝ لا یمسہ الا المطھرون ۝ تنزیل من رب العلمین ۝ (۵۶/۷۵–۸۰)

ستاروں کے مواقع اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ اور اگر تم سمجھو تو یہ شہادت ایک بہت بڑی شہادت ہے۔ کہ یقیناً یہ قرآن بڑی تعظیم و تکریم کا مستحق ہے جو ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے جسے ان لوگوں کے سوا جو پاک صاف ہوں کوئی نہیں چھوتا یہ کتاب تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اتاری گئی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ کس قدر تاکید اور شہادتوں کے ساتھ قرآن کریم اپنے متعلق یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے جسے وہی لوگ ہاتھ لگاتے ہیں جو ہر طرح پاک و صاف ہوتے ہیں۔ اس کتاب کے محفوظ ہونے کی سب سے بڑی ضمانت یہ ہے کہ وہ خود رسول اللہ صلعم کی اپنی حفاظت میں رہتی ہے جس پر خدا۔ اس کے فرشتوں اور اس کے بندوں تک کو پورا پورا اعتماد ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس عظیم الشان حقیقت کو کتنی زبردست تاکیدوں اور شہادتوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قرآن کا یہ خاص اسلوب ہے کہ وہ عالم نفس پر آفاقی قوانین سے استشہاد کرتا ہے۔ یہاں چونکہ قرآن کو یہ بیان کرنا ہے کہ قرآن کریم ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے اس کے استشہاد میں وہ آفاقی حقائق کو شہادت میں پیش کرتا ہے کہ دیکھو ان ستاروں کے وجود پر غور کرو۔ جو جگہ جس ستارے کیلئے مقرر کردی گئی ہے وہ ایک انچ بھی اپنے مقام سے نہیں ہٹتا حتیٰ کہ تم دریائی اور صحرائی سفر میں ان ستاروں ہی سے راستے معلوم کرتے ہو۔ ان ستاروں کی ایسی حفاظت کون کر رہا ہے؟ ظاہر ہے کہ خدا ہی کر رہا ہے۔ اب تم خود دیکھ لو کہ جس چیز کی حفاظت خدا اپنے ذمہ لے لیتا ہے وہ کتنی محفوظ رہتی ہے۔ لہذا یہ کتاب جس کی ذمہ داری بھی خدا نے لے لی ہے کس قدر محفوظ رہنی چاہیئے۔ مگر ہمارے مفسرین نے ان ساری شہادتوں اور تاکیدوں کو بیکار کر دیا۔ ان کی سمجھ ہی میں نہیں آیا کہ مواقع النجوم کو شہادت میں پیش کرنے سے کیا مطلب ہے اور قرآن کیا کہنا چاہتا ہے۔ مُلّا کی عادت ہے کہ جو بات اس کی سمجھ میں نہ آئے اسے وہ نہایت آسانی کے ساتھ دوسرے جہان پر چپاں کرکے چھٹی حاصل کر لیتا ہے چنانچہ یہاں بھی مفسرین نے کہدیا کہ یہ اس دنیا جہان کی بات ہی نہیں یہ تو دوسرے جہان کی بات ہے۔ کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہے اور مطہروں سے مراد فرشتے ہیں۔ چلئے چھٹی ہوگئی۔ آیات کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جسے فرشتے ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں

مگر دوسری طرف یہی مفسرین جب یہ حکم لگاتے ہیں کہ قرآن پاک کو جنابت اور حدث کی حالت میں چھونا جائز نہیں ہے۔ قرآن کو وضو کرکے پاک صاف ہو کر ہاتھ لگانا چاہیئے تو پھر اسی مطہرون سے مراد فرشتوں کے بجائے انسان ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم رق منشور میں لکھا ہوا ہے

دوسری جگہ قرآن کریم ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ وہ محفوظ کتاب جس کا اوپر ذکر آچکا ہے کس چیز پر لکھی ہوئی ہے پتھر کے ٹکڑوں پر لکھی ہوئی ہے، کھجور کے پتوں پر لکھی ہوئی ہے، ہڈی کے ٹکڑوں پر لکھی ہوئی ہے، یا کسی کاغذ پر لکھی ہوئی ہے۔ آخر کس چیز پر لکھی ہوئی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ ان میں سے کسی چیز پر بھی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ وہ رق منشور پر لکھی ہوئی ہے یعنی ہرن کی جھلی کے بڑے بڑے کاغذوں (PARCH MENT) پر۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

والطورہ وکتاب مسطورہ فی رق منشورہ والبیت المعمورہ والسقف المرفوع ہ والبحر المسجورہ

ان عذاب ربك لواقع

متعین ومعلوم پہاڑ (حرا) اور یہ کتاب (قرآن) جو لکھی ہوئی ہے بڑے بڑے کشادہ[1] جھلی کے کاغذوں پر اور بیت معمور (کعبہ) اور بلند چھت (آسمان) اور پر جوش سمندر اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ تیرے پروردگار کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔

ان آیات میں قرآن کریم نے چند چیزوں پر روشنی ڈالی ہے (۱) قرآن ایک کتاب ہے (۲) وہ کتاب لکھی ہوئی ہے (۳) اور ہرن کی جھلی کے کشادہ کاغذوں پر لکھی ہوئی ہے۔

یہانتک ہمیں قرآن کی ان تصریحات سے یہ معلوم ہوگیا کہ قرآن لکھا ہوا تھا ایک کتاب میں لکھا ہوا تھا۔ اور ایک خاص ترتیب کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ نیز یہ کہ وہ ہرن کی جھلی کے کشادہ کاغذوں پر لکھا ہوا تھا۔ اب صرف ایک چیز باقی رہ گئی کہ لکھنے والے کون تھے اور وہ کیسے لوگ تھے۔ قرآن کریم کہتا ہے:

کلا انھا تذکرۃ۔ فمن شاء ذکرہ۔ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ۔ بایدی سفرۃ کرام بررۃ (۸۰/۱۱–۱۶)

یوں نہیں۔ یہ تو ایک نصیحت ہے۔ پھر جو کوئی چاہے اس کو پڑھے، لکھا ہوا ہے عزت کے ورقوں میں۔ اونچے رکھے ہوئے۔ نہایت ستھرے ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو بڑے درجہ والے نیک کار ہیں۔

یہ ترجمہ ہم نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردیا ہے۔ اگرچہ اس ترجمہ کے بعض الفاظ سے ہمیں اختلاف ہے مگر ہمیں دکھانا یہ ہے کہ سَفَرَۃ کے معنی لکھنے والوں کے ہیں اور یہ سَافِرٌ کی جمع ہے جس کے معنی خوشنویس اور ماہر کتابت کے آتے ہیں نہ کہ سفیر کی جیسا کہ بعض دوسرے مفسرین نے امام بخاریؒ سمیت ظاہر کیا ہے۔ اس کے حاشیہ پر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مرحوم رقمطراز ہیں۔

یعنی وہاں فرشتے اس کو لکھتے ہیں۔ اسی کے موافق وحی اترتی ہے اور یہاں بھی اوراق میں لکھنے والے اور جمع کرنے والے دنیا کے بزرگترین پاکباز نکوکار اور فرشتہ خصلت بندے ہیں جنھوں نے ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف وتبدیل سے اس کو پاک رکھا ہے (ص ۷۶۲ ترجمہ شیخ الہند)

جیسا کہ قرآنی شہادت سے اس سے پہلے ہم آپ کو بتا چکے ہیں حضور اکرم صلعم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ وحی نازل ہونے کے بعد اول آپ

[1] الرق جلد رقیق یکتب فیہ ۱۲ محیط المحیط ص ۷۸۰ ج ۱ اس زمانے میں نرم کھال (جھلیوں) کے بنے ہوئے کاغذ لکھنے میں استعمال ہوا کرتے تھے۔

اس کو خود قلمبند فرما لیا کرتے تھے اور اس کے بعد کاتبینِ وحی اور صحابۂ کرام کو لکھوا دیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ التزاماً (صبح و شام) جاری رہتا تھا۔ آیت مندرجہ بالا میں قرآن کریم نے ان تمام لکھنے والوں کی پاکبازی۔ دیانت، نیکوکاری اور بزرگی کی شہادت دی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب خود رسول اور اس قسم کے پاکباز انسانوں کے ہاتھوں ضبط تحریر میں لائی جا رہی ہو اسکے متعلق کسی قسم کا بھی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن کتابی شکل میں تمام مسلمانوں کے گھروں میں موجود تھا

اسوقت تک خود قرآن کی شہادتوں سے آپ دیکھتے آرہے ہیں کہ قرآن کریم نازل ہوتا تھا تو اسے فوراً لکھ لیا جاتا تھا۔ اس کا صرف ایک ہی نسخہ موجود نہیں تھا جو رسول اللہ صلعم کے پاس محفوظ رہتا ہو بلکہ وہ نسخہ تو اصل نسخہ تھا (جسے روایات میں امام یا الامّ کے نام سے یاد کیا گیا ہے) اس نسخہ سے صبح و شام دوسرے کاتبین وحی اور اہل علم صحابہ اپنے اپنے لئے نقل کرتے رہتے تھے اور خود حضورؐ کی موجودگی میں یہ نقلیں کی جاتی تھیں۔ خود حضور اکرم صلعم لکھواتے تھے اور یہ دوسرے لوگ لکھتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کے نسخے اس زمانے میں عام طور پر لکھے جاتے تھے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا جس کتاب پر مسلمانوں کا ایمان تھا۔ جو ان کی زندگی کا ضابطۂ عمل تھی۔ جو ہر وقت ان کے پیش نظر رہتی تھی۔ ہو نہیں سکتا کہ اس کتاب کے نسخے ان کے پاس موجود نہ ہوں۔

اگر کتابت کے ساتھ حافظوں میں بھی محفوظ کر دیا جائے تو حفاظت اور بھی محکم ہو جاتی ہے

قرآن کریم کو لکھ لینے کا کسقدر بلیغ اہتمام کیا گیا ہے یہ تو آپ گذشتہ اوراق میں دیکھ چکے ہیں۔ یہ بھی آپ نے دیکھ لیا کہ خود قرآن لکھ لینے پر کتنا زور دیتا ہے اور یہ بھی آپ نے دیکھ لیا کہ رسول اکرم صلعم اور حضرات صحابہؓ نے اس کی کس طرح تعمیل کی۔ لیکن اگر تاریخ عالم اور دنیا کے انقلابات پر آپ کی نظر ہے تو آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ کسی کتاب کو لکھوا دینے کے ساتھ ساتھ اگر حفظ یاد بھی کرا دیا جائے تو اس کی حفاظت اور بھی محکم ہو جاتی ہے۔ اسلئے کہ ایسے حادثات بھی آتے ہیں جو اسے اپنے مکتوب علمی خزانوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ امم سابقہ پر یہی کچھ بیت چکی تھی۔ یہود کے پاس الواح میں لکھی ہوئی تورات موجود تھی۔ عیسائیوں کے پاس بھی انجیل مکتوب صورت میں موجود تھی۔ تورات کی حفاظت کا یہودیوں نے کچھ کم انتظام نہیں کیا تھا۔ ایک تابوت میں اس کو مقفل رکھا جاتا تھا اور اس تابوت کی بہت تعظیم اور عزت کی جاتی تھی۔ عقیدت مندیوں کی بڑی سے بڑی داستانیں اس کے ساتھ وابستہ تھیں مگر بخت نصر کے ایک حملہ نے اور رومیوں کے ایک سیلاب نے دونوں قوموں کو ان کی کتابوں سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا۔ مصری قوم تہذیب و تمدن میں تمام اقوام عالم کی پیشرو تسلیم کی گئی ہے۔ ان کے تاریخی مکتشفات آج بھی علمائے عالم کو ورطۂ حیرت میں گم کئے ہوئے ہیں مگر ان کا تمام علمی اور کتابی سرمایہ یونانیوں کے ایک حملہ کو برداشت نہ کر سکا۔ اسکندریہ کی عظیم الشان لائبریری یوں نذر آتش کر دی گئی کہ اس کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہا۔ لہٰذا کسی علمی سرمایہ کو ہمیشہ ہمیشہ محفوظ کرنے کیلئے جہاں صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ انسانوں کے حافظوں پر اعتماد کیا جائے بلکہ اس کو لکھ لینا بھی ضروری ہے وہاں صرف لکھ لینا بھی کافی نہیں ہے بلکہ اس کو انسانی حافظوں میں بھی محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک ان دونوں گوشوں سے کسی چیز کو محفوظ نہیں کیا جائیگا اسوقت تک وہ محفوظ نہیں رہ سکتی۔ حفاظت کے یہ دو بازو ہیں۔ اگر کسی کتاب کے یہ دونوں بازو سلامت ہیں تو وہ رخشِ حیات کے ساتھ ساتھ پرواز کرتی چلی جائیگی لیکن جہاں اس کا کوئی سا ایک بازو

بھی ٹوٹ گیا وہیں وہ گر پڑے گی۔

قرآن کریم کو انسانی سینوں میں بھی محفوظ کیا گیا

جو کتاب سینہ اور سفینہ دونوں میں محفوظ ہو وہی ہمیشہ محفوظ رہ سکتی ہے۔ قرآن کریم نے اپنی حفاظت کے ایک گوشے کو کس طرح محفوظ کیا ہے وہ آپ دیکھ چکے ہیں اسلئے اب حفاظت کے دوسرے گوشہ کو بھی دیکھ لیں۔ قرآن کریم نے ابتدائے رسالت ہی میں خود حضور اکرمؐ کو یہ تاکید فرمادی تھی:

یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلاہ نصفہ او انقص منہ قلیلاہ او زد علیہ ورتل القرآن ترتیلاہ (۷۳/۱-۴)

اے ترمیل کرنیوالے! شب کے قلیل حصہ کو چھوڑ کر (کہ اس میں تم سو سکتے ہو) زیادہ تر رات کو قیام کیا کرو یعنی آدھی رات اسی شغل میں گذارو کبھی ضرورۃً تھوڑا سا کم کردو یا بڑھا دو تو مضائقہ نہیں ہے۔ اور اس رات کے قیام میں ترتیل کے ساتھ القرآن کی تلاوت کرو۔

یہاں لفظاً خطاب اگرچہ نبی کریم صلعم ہی کو تھا مگر معناً اس میں تمام مسلمان مخاطب تھے چنانچہ ہر مسلمان اپنے اپنے گھر میں رات کا زیادہ تر حصہ قیام لیل ہی میں گذارتا تھا اور اس میں برابر تلاوت قرآن کی جاتی تھی اور ہر رات کو قرآن کا وہ حصہ جو اس وقت تک نازل ہو چکا تھا ختم کر لیا جاتا تھا لیکن آئندہ چل کر قرآن جوں جوں نازل ہوتا جا رہا تھا اس کے حجم میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا تھا حتیٰ کہ ہجرت کے بعد حضورؐ کی آخری عمر میں قرآن کریم کا حجم اتنا ہو چکا تھا کہ ایک رات میں پورے قرآن کا ختم کر لینا آسان کام نہیں رہا تھا۔ سونا اور آرام کرنا بھی فطرۃً ضروری تھا۔ مملکت کے دوسرے مشاغل کی وجہ سے جو دن بدن بڑھتے جا رہے تھے رات کی نیند کی کمی دن میں پوری نہیں کی جاسکتی تھی اسلئے اس حکم میں تخفیف ہوگئی۔ چنانچہ اس سورت کی آخری آیات میں ہے:

ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک۔ واللہ یقدر اللیل والنھار علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرءوا ما تیسر من القرآن ہ (۷۳/۲۰)

اے پیغمبر! تمہارے پروردگار کو معلوم ہے کہ تم تقریباً دو تہائی رات۔ آدھی رات اور تہائی رات تک کھڑے رہتے ہو اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی (رات کا بیشتر حصہ قیام اللیل ہی میں گذارتی ہے) جو آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ مقرر فرماتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ تم اس کو ہمیشہ پورا نہیں کر سکو گے لہٰذا اپنی عنایات تم پر منعطف کرتا ہے اور یہ سہولت عطا کرتا ہے کہ آئندہ (دو تہائی۔ آدھی یا ایک تہائی رات کی تقیید نہیں ہے) جسقدر سہولت سے ہوسکے قرآن پڑھ لیا کرو۔

مگر تاریخی روایات شاہد ہیں کہ اس تخفیف کے بعد بھی بعض حضرات صحابہ رات بھر میں پورا قرآن ختم کرنے کے عادی تھے حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ اور حضرت عثمان بن عفان خلیفۂ سوم رضی اللہ عنہم کے نام اس سلسلہ میں زیادہ مشہور ہیں یہ حکم کہ قرآن کریم کی تلاوت کی جائے صرف مردوں ہی کو نہیں تھا بلکہ اس میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ حضور اکرم صلعم کی ازواج مطہرات کے متعلق قرآن کریم میں یہ صریح حکم موجود ہے:

واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من ایٰت اللہ والحکمۃ (۳۳/۳۴)

(اے ازواج نبی!) جو خدا کی آیتیں اور حکمت کی باتیں تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی رہتی ہیں ان کو پیش نظر رکھا کرو۔

اس تعامل اور مراولت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان مرد اور عورتوں کے حافظوں میں بھی قرآن کریم محفوظ ہو گیا حتیٰ کہ قرآن کریم نے یہ اعلان کر دیا کہ

بل ھو اٰیٰت بیّنٰت فی صدور الذین اوتوا العلم (۲۹/۴۹)

بلکہ قرآن کریم واضح آیات کا ایک مجموعہ ہے جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے ذرا ان نتائج کو دہرا لیجئے جو قرآن کریم کی داخلی شہادتوں سے اب تک ہمارے سامنے آچکے ہیں۔

(۱) قرآن لکھنے پڑھنے کو انتہائی اہمیت دیتا ہے۔

(۲) جو چیز لکھی ہوئی موجود نہ ہو نہ اس کی صحت کی کوئی ضمانت ہو سکتی ہے نہ شہادت کیلئے استوار ہو سکتی ہے اور نہ ہی شکوک و شبہات سے بالاتر ہو سکتی ہے۔

(۳) منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد آپ لکھنا پڑھنا سیکھ چکے تھے اور اس کے بعد آپ امی نہیں رہے تھے۔

(۴) وحی نازل ہونے کے بعد اول حضور اکرم صلعم اسکو خود لکھ لیتے تھے اور پھر صحابہ کو لکھوا دیا کرتے تھے اور ایسا بالالتزام ہوتا رہتا تھا۔

(۵) قرآن نے اپنے کو بار بار کتاب کہا ہے اور کتاب کہتے ہی اسکو ہیں جسکی شیرازہ بندی کی جا چکی ہو۔

(۶) قرآن اس مجموعہ کا نام ہے جس میں بہت سی سورتیں ہیں۔

(۷) قرآن کریم عموماً مسلمانوں کے پاس لکھا ہوا موجود تھا اور لوگ اس میں دیکھ دیکھ اسکی تلاوت کرتے تھے۔

(۸) قرآن کریم مکتوب شکل میں موجود تھا اور اس کے لکھنے کیلئے ہرن کی جھلی کے کشادہ بڑے بڑے اوراق استعمال کئے جاتے تھے۔

(۹) قرآن کریم کو لکھنے والے لوگ نہایت پاکباز، نیکوکار اور فرشتہ خصلت ماہرین کتابت تھے۔

(۱۰) قرآن کتابی شکل میں مسلمانوں کے گھروں میں موجود تھا۔

(۱۱) رسول اللہ صلعم والذین معہٗ راتوں کو پورا قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔

(۱۲) عورتوں کو بھی قرآن کریم کو یاد کرنے کا حکم تھا۔

(۱۳) عہد رسالت میں اہل علم مردوں اور عورتوں کے سینوں میں قرآن کریم محفوظ ہو چکا تھا۔

ان تصریحات کی روشنی میں ذرا آگے بڑھئے اور حق تعالیٰ کے ان حتمی اعلانات اور وعدوں پر بھی غور فرمایئے جو اس نے قرآن کریم کی حفاظت اور جمع کرنے اور نیز باطل سے ہمیشہ کیلئے اس کی نگہداشت کرنے کے بارہ میں فرمائے ہیں اور غور کیجئے کہ نزول قرآن سے آج تک کس طرح حق تعالیٰ کے وہ تمام اعلانات اور وعدے حرف بحرف پورے ہوئے۔ قرآن کریم کا اعلان ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ۰ (۱۵/۹)

یہ واقعہ ہے کہ الذکر (قرآن کریم) کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ بھی ہیں۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (۱) قرآن کریم کو ہم نے نازل کیا ہے اور نیز یہ کہ قرآن کی حفاظت ہم نے اپنے ذمہ لیلی ہے۔ گذشتہ اوراق میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ اس نے اسی حقیقت کی شہادت میں عالم آفاق سے ستاروں کی شہادت پیش فرمائی تھی کہ دیکھو خدا جس

چیز کی حفاظت کا ذمہ لے لیتا ہے وہ کس طرح محفوظ رہتی ہے۔ بعینہ یہی حال قرآن کریم کی حفاظت کا ہے۔ کہ خدا نے اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری قبول فرمائی تو آج تک اس میں ایک نقطہ اور شوشہ تک کی کمی یا زیادتی نہیں ہو سکی۔

یہ تو کتاب کی حفاظت کے متعلق تھا مگر کتاب کی حفاظت تو کتاب کی جمع وتدوین کے بعد ہی ہو سکتی تھی۔ اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ کتاب کی جمع وتدوین کی ذمہ داری بھی خدا نے خود ہی لے لی ہو۔ قرآن کا دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ اسکی ذمہ داری بھی خدا نے خود اپنے ہی ذمہ رکھی ہے ملاحظہ ہو۔ قرآن کا ارشاد ہے:۔

لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ ثم ان علینا بیانہ o (۷۵ / ۱۶-۱۹)

اے پیغمبر! تم اپنی زبان کو جلدی جلدی پڑھ لینے کیلئے حرکت نہ دو۔ (اطمینان رکھو) یہ حقیقت ہے کہ قرآن کی جمع وتدوین اور اسکو پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ لہذا جب ہم قرآن کو پڑھیں (یعنی وحی کریں) تو تم اس پڑھنے کی پیروی کرو۔ اسکے بعد اسکی توضیح وبیان ہمارے ہی ذمہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں قرآن کریم نے تین عظیم الشان حقیقتوں کا اعلان کیا ہے جو صحیح ایمان کی بنیاد ہیں (۱) قرآن کی جمع وتدوین بھی حق تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے۔ (۲) قرآن کو پڑھانا بھی حق تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے۔ (۳) اور اس کے بعد اس کے معانی ومطالب کی توضیح وتشریح کیلئے بھی کسی قسم کے خارجی سہاروں کی قطعاً ضرورت نہیں ہے اس کی ذمہ داری بھی خدا نے اپنے ذمہ ہی رکھی ہے جو خدا ہی کی طرف سے پوری ہونی چاہئے۔ قرآن اپنی شرح خود اپنے آپ کرتا ہے اور تصریف آیات سے وہ اپنے معانی ومطالب کو خود ہی واضح کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ کتاب مبین (۵/۱۵) ہے، اس کی آیات بیّنٰت ہیں (۲۴/۱) وہ النور ہے (۴/۱۷۴) ہے وہ خود ایک ایسی روشنی ہے جس کیلئے کسی دوسری روشنی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ان تصریحات کے بعد اب قرآن کریم کے اس عظیم القدر اعلان کو سامنے لائیے جس میں فرمایا ہے کہ

وانہ لکتاب عزیز۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ، تنزیل من حکیم حمید۔ (۴۱ / ۴۱-۴۲)

اور یہ حقیقت واقعہ ہے کہ قرآن بلاشبہ بڑی عزت والی کتاب ہے کہ باطل اس پر نہ سامنے سے حملہ کر سکتا ہے نہ اسکے پیچھے سے حملہ کر سکتا ہے (اور وہ ہمیشہ کیلئے دونوں طرف سے محفوظ ہے) یہ اس پروردگار کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے جو بڑی حکمت والا ہے اور ہر تعریف کا مستحق ہے۔

آپ نے دیکھا کہ باطل کی سرگرمیوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کس طرح قفل ڈال دیئے گئے ہیں کہ باطل اس پر کسی جہت سے بھی حملہ آور نہ ہو سکے گا۔ اس میں نہ کوئی شخص کبھی کسی ایک لفظ، ایک شوشہ اور ایک نقطہ کا اضافہ کر سکے گا اور نہ ہی کمی کر سکے گا۔

لہذا آیات مندرجہ بالا سے مندرجہ ذیل نتائج ہمارے سامنے آگئے۔

(۱) قرآن، خدا نے نازل کیا ہے۔

(۲) قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خدا نے خود اپنے ذمہ لی ہے۔

(۳) قرآن کی جمع وتدوین اور اس کو پڑھانے کی ذمہ داری بھی خدا نے اپنے ہی ذمہ رکھی ہے۔

(۴) قرآن کے بیان وتوضیح کی ذمہ داری بھی خدا نے خود اپنے ہی ذمہ لی ہے لہذا قرآن کی تشریح وتوضیح کے لئے کسی خارجی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۵) قرآن پر باطل کی ہر ممکن سرگرمی کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کر دیئے گئے ہیں اس لئے کوئی طاقت اس میں کسی قسم کی تحریف نہیں کر سکتی۔

غیر مسلم مورخین کا اعتراف

یہ واقعہ کہ قرآن کریم حرفاً حرفاً وہی ہے جسے رسول اللہؐ نے امت کو دیا تھا ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جس کا اعتراف ان غیر مسلم مورخین کو بھی کرنا پڑا جنھوں نے عقیدتمندانہ نظر سے نہیں بلکہ مورخانہ انداز سے اس امر کی تحقیق کی ہے اور اس تحقیق پر روایات کو اثر انداز نہیں ہونے دیا۔ نمونہ کے طور پر ہم یہاں صرف چند شہادتوں پر اکتفا کرینگے تاکہ معلوم ہو سکے کہ مخالفین قرآن بھی قرآن کے ان بلند بانگ اعلانات کے متعلق کس قسم کے اعترافات پر مجبور ہو گئے ہیں۔ چنانچہ یورپ کی مشہور مستشرق (Baroness Margarate von Stein) قرآن کریم کے متعلق رقمطراز ہے۔

اگرچہ تمام مذہبی صحائف خدا کی طرف سے نازل ہوئے تاہم صرف قرآن ہی ایک ایسا آسمانی صحیفہ ہے جس میں ذرا بھی ردوبدل نہیں ہوا اور وہ اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا مستشرق (Hortwing Hirschfeld) اپنی کتاب (New Researches in to the Composition and exegeses of the Quran) میں بالفاظ ذیل اس اٹل حقیقت کا اعتراف کرتا ہے:

عہد حاضر کے نقاد اس پر متفق ہیں کہ قرآن کے موجودہ نسخے اس اصلی نسخہ کا ہو بہو عکس ہیں جسے (حضرت) زید (ابن ثابتؓ) نے لکھا تھا اور قرآن کا متن بعینہ وہی ہے جسے محمد (صلعم) نے (لکھا کر) دیا تھا۔

اتنا ہی نہیں انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کا مصنف "قرآن" کے زیر عنوان یہ اقرار کرتا ہے:

یورپ کے محققین کی وہ تمام کوششیں جو قرآن کے اندر بعد میں اضافات وغیرہ ثابت کرنے کیلئے کی گئی تھیں قطعاً ناکام رہی ہیں۔

سر ولیم میور اپنی کتاب (Life of the Mohammad) میں بدیں الفاظ اس مذکورہ بالا حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں:

ورنہ اس کیلئے داخلی اور خارجی ہر قسم کی ضمانت موجود ہے کہ ہمارے پاس قرآن کا بعینہ وہی متن موجود ہے جو خود محمد (صلعم) نے (امت کو) دیا تھا اور خود استعمال کیا تھا۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قرآن کے وہ دعاوی اور ان کی صداقت صرف ہمارے نزدیک ہی مسلّم نہیں ہے بلکہ اپنے تو اپنے بیگانے بھی ان دعووں کی صداقت پر آج تک انگلی نہیں رکھ سکے اور متعصب سے متعصب معاندین بھی اپنی تمام کوششوں کی ناکامیوں کے بعد ان عظیم حقیقتوں کے اعتراف پر مجبور ہو گئے ہیں کہ

(۱) قرآن کریم اور صرف قرآن کریم ہی ایک ایسا آسمانی صحیفہ ہے جس میں ذرا بھی ردّوبدل نہیں ہوا اور وہ اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔

(۲) عہد حاضر کے نقاد اس پر متفق ہیں کہ قرآن کے موجودہ نسخے اس نسخہ کا ہو بہو عکس ہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کر دیا تھا۔

(۳) یورپ کے محققین کی وہ تمام کوششیں قطعاً ناکام رہی ہیں جو قرآن کے اندر بعد کے زمانہ میں کسی اضافہ وغیرہ ثابت کرنے کے لئے کی گئی تھیں۔

(۴) قرآن کا متن بعینہٖ وہی ہے جو حضور اکرم صلعم نے امت کو دیا تھا اور جو خود آپ کے استعمال میں رہتا تھا۔

قرآن کی اپنی ان داخلی شہادتوں اور مخالفین و معاندین اسلام کے ان اعترافات کے بعد کون بدبخت مسلمان ہوگا جو قرآن کریم کے متعلق اپنے حاشیۂ خیال میں شک و شبہ کا وہم و خیال بھی لا سکے گا۔

قرآن اپنے متعلق جو کچھ کہتا ہے وہ بھی ہمارے سامنے آگیا۔ اس کے ساتھ ہی ان غیر مسلم مورخین کی شہادات بھی ہمارے سامنے آگئیں جنھوں نے روایات کو اپنی تحقیق پر اثر انداز نہیں ہونے دیا[۱]۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم نے ان روایات کو بھی دیکھ لیا جن کی رو سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن یکسر غیر محفوظ کتاب ہے جس میں بے شمار اختلافات موجود تھے۔ ان تصریحات کے بعد آپ ہم سے نہیں، اپنے دل سے پوچھئے کہ قرآن واقعی خدا کی محفوظ کتاب ہے یا نہیں۔ اور کیا قرآن کریم کو اس کی موجودہ صورت میں خود رسول اللہ نے امت کو دیا تھا یا رسول اللہ اسے یونہی غیر مرتب و غیر محفوظ شکل میں چھوڑ گئے تھے!

اے مسلماں پوچھ اپنے دل سے، مُلّا سے نہ پوچھ

---

[۱] اس کے ساتھ ہی اگر آپ یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ قرآن کے کون کون سے اصل نسخے دنیا میں آج بھی موجود ہیں تو طلوع اسلام بابت ستمبر ۱۹۵۰ء اور دسمبر ۱۹۵۰ء کا باب المراسلات ملاحظہ فرمائیے۔ وہاں یہ امور تفصیل سے مل جائیں گے۔

سوچئے

رسول اللہ نے آخری خطبۂ حج میں فرمایا:

"میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے اسے مضبوط پکڑ لیا تو پھر کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اور وہ خدا کی کتاب ہے۔"

(رحمتِ عالم صفحہ ۱۳۸ مصنفہ سید سلیمان ندوی)

لیکن روایت پرست فرماتے ہیں:

قال الامام الشعرانی. اجمعت الائمۃ علی ان السنۃ قاضی علی کتاب اللہ۔

امام شعرانی کا قول ہے کہ اس پر ائمہ کا اجماع ہے کہ سنت کتاب اللہ پر قاضی (حاکم) ہے۔

(اشاعۃ السنۃ ج ۳ صفحہ ۲۸۰)

کوئی ہے جو اس سوال کا جواب دے؟

قریب ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا "طلوع اسلام" میں ایک سوال شائع کیا گیا تھا کہ اگر قرآن اور حدیث دونوں دین کے اجزاء ہیں اور دونوں کو قیامت تک کیلئے غیر متبدل اور امت کیلئے واجب الاتباع رہنا ہے تو رسول اللہ صلعم کا فریضہ تھا کہ آپ نے جس طرح قرآن کو محفوظ شکل میں امت کو دیا ہے اسی طرح سے اپنی احادیث کا ایک مجموعہ بھی محفوظ شکل میں امت کو دے جاتے کیونکہ آپ نے اپنی احادیث کا کوئی مجموعہ مرتب کر کے امت کو نہیں دیا اس سے لامحالہ دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) یا تو (معاذ اللہ) رسول اللہ صلعم سے منصب رسالت میں کوتاہی ہوئی اور دین کا آدھا حصہ ویسے ہی چھوڑ دیا گیا۔

(۲) یا رسول اللہ صلعم نے دانستہ ایسا کیا جس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم کا منشا ہی نہیں تھا کہ ان کی احادیث دین کا مستقل حصہ بنیں۔

احادیث کو دین ماننے والوں سے سوال یہ تھا کہ مذکورہ صدر باتوں میں سے کونسی بات صحیح ہے۔ ہمیں اس سوال کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ البتہ دو ماہ قبل جمعیۃ اہلحدیث کراچی کے صدر علامہ محمد یوسف صاحب کی طرف سے ایک مطبوعہ پمفلٹ موصول ہوا۔ اس پمفلٹ میں بجائے اس کے کہ وہ مذکورہ بالا سوال کا جواب دیتے انھوں نے اُلٹے سوالات کر دیئے اور طلوع اسلام سے کہا کہ وہ پہلے ان سوالات کا جواب دے۔ ان میں اہم سوال یہ تھا کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ موجودہ قرآن پاک وہی ہے جو رسول اللہ پر وحی ہوا تھا۔

مرزائیوں کی یہ عام روش ہوا کرتی تھی (اور شاید اب بھی ہو) کہ جونہی کسی نے مرزا صاحب کی زندگی کے کسی واقعہ پر اعتراض کیا انھوں نے جھٹ سے کہدیا کہ "معاذ اللہ رسول اللہ بھی تو ایسے ہی تھے"۔ علامہ یوسف صاحب کا سوال بعینہٖ اسی نوعیت کا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے سے یہ کہے کہ تم یہ تو ثابت کرو کہ ہمارا قرآن وہی ہے جو رسول اللہ پر نازل ہوا تھا تو اس کے جواب میں سوائے اس کے کہ انسان اپنا سر پیٹ لے اور کیا کہہ سکتا ہے۔ جس شخص کو اعتراض کرتے وقت اتنا بھی خیال نہ آیا کہ اس کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے اس کے جواب میں بھلا کیا کہا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ ہم نے علامہ یوسف صاحب کے سوالات کو تو درخور اعتنا نہ سمجھا البتہ طلوع اسلام کی اسی اشاعت میں ایک مبسوط مقالہ شائع کر دیا جس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کریم کے متعلق یہ تمام شکوک و شبہات خود ان روایات ہی کے پیدا کردہ ہیں ورنہ خود قرآن کی رو سے یہ حقیقت کس قدر روشن ہے کہ قرآن کریم امت کے پاس بالکل محفوظ شکل میں چلا آرہا ہے۔

علامہ یوسف صاحب کے سوالات کے جواب میں علامہ تمنا عمادی نے ایک مقالہ لکھ کر بھیجا ہے جسے ہم علامہ تمنا کے اصرار کے پیش نظر شائع کر رہے ہیں ورنہ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے ہم کسی ایسے مسلمان کے اس سوال کو قابل توجہ نہیں سمجھتے جسے قرآن کے محفوظ ہونے میں شبہ ہو اسلئے کہ مسلمان اسی صورت میں مسلمان ہوتا ہے جب وہ قرآن کے اس ذکر پر ایمان رکھے کہ ہم نے اسے نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کا ذمہ دار ہے" البتہ اگر کوئی غیر مسلم یہ سوال کرے کہ قرآن کس طرح محفوظ ہے تو اس کا جواب قرآن سے نہیں اور طرح سے دیا جائیگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ علامہ یوسف صاحب ایک غیر مسلم کی حیثیت سے یہ سوال نہیں پوچھ رہے۔ علامہ تمنا عمادی صاحب کا مضمون درج ذیل کیا جاتا ہے۔

علامہ پرویز سلمہ اللہ تعالیٰ نے روایت پرستوں سے حدیثوں کے متعلق ایک سوال کیا تھا جس کے جواب میں مولانا محمد یوسف صاحب صدر جمعیۃ اہلحدیث کراچی نے اُلٹے بارہ سوالات علامہ ممدوح ہی سے کردیئے اور اصل سوال کے جواب کو ان بارہ سوالوں کے جوابات پر موقوف رکھا۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے سوال کی صورت میں کچھ حملے قرآن مجید پر بھی کردیئے ہیں' اسلئے ان کے سوالوں کا جواب میں کیوں دوں' یا علامہ پرویز کیوں دیں؟ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ۔ اسلئے خود قرآن مبین ہی سے پوچھنا چاہیئے کہ مولانا محمد یوسف کے سوالوں کے جوابات کیا کیا ہیں؟ میں نے دریافت کیا تو مجھے حسب ذیل جوابات ملے۔ سوالوں کے نمبروں کے مطابق جوابی آیتوں پر نمبر لگا دیتے ہیں۔ سوال وجواب کے نمبر ملاملا کر ناظرین ملاحظہ فرمائیں:۔

مولانا محمد یوسف صاحب کے تین سوالات جو ۱ و ۲ و ۳ پر مشتمل ہیں وہ ان کے ایک ہی سوال کی تین شاخیں ہیں۔ اصل سوال درحقیقت ایک ہی ہے۔ اسلئے ان تین نمبروں کا ایک ہی جواب قرآن مبین نے پہلے ہی سے دے رکھا ہے' وہی قرآنی جواب میں ان تینوں نمبروں کے متعلق پیش کردیتا ہوں۔

(پہلا سوال) مولانا یوسف پوچھتے ہیں " احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین کا ایک حصہ یا جزءِ دین آپ کے نزدیک کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا؟

(۱) کیا اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث کا مجموعہ کتابی شکل میں قوم کے حوالے نہیں کیا؟ — (قرآنی جواب) ہاں

(۲) کیا اسلئے کہ صحابہ کرامؓ کو حفظ کرنے کا حکم نہیں دیا؟ — (قرآنی جواب) ہاں

(۳) کیا اسلئے کہ کسی کو حدیث کے لکھنے کا حکم نہیں دیا؟ — (قرآنی جواب) ہاں

ان تینوں سوالوں کے جوابات میں جو تین "ہاں" لکھی گئی اور ان کو قرآنی جواب قرار دیا گیا یہ کن آیات قرآنیہ سے مستنبط ہیں؟ اب وہ آیتیں ملاحظہ فرمائیے

۱۔ ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ( )

جو کچھ تمہیں رسول نے دیا ہے وہ لیلو اور جس سے تمہیں باز رکھا ہے اس سے باز رہو۔

یہ آیت مال غنیمت کی تقسیم سے متعلق اتری تھی۔ مگر محدثین وعلمائے دین اس کے مورد کو خاص مانتے ہوئے حکم کو عام قرار دیتے ہیں کہ یہی اصول ہے' اسلئے "ما اٰتکم" جو کچھ تمہیں رسول نے دیا" میں حدیثوں کو بھی وہ داخل سمجھتے ہیں اور اسی آیت سے حدیثوں کا واجب القبول ہونا ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ امام شافعیؒ کا مناظرہ مشہور ہے کہ انھوں نے اپنے خصم پر اسی آیت سے حدیثوں کا واجب الاتباع ہونا ثابت کیا تھا واللہ اعلم۔ مورد خاص ہو جب بھی حکم عام رہتا ہے۔ مجھکو اس اصول سے اختلاف نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس آیت سے حدیثوں کے متعلق کیا حکم نکلتا ہے۔ حدیثیں ما اٰتکم الرسول میں داخل ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثیں امت کو دی ہیں' یا ما نھٰکم عنہ میں داخل ہیں یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے امت کو باز رکھا تھا۔؟

مولانا محمد یوسف صاحب کے تینوں سوالات ہی سے ظاہر ہے کہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیثوں کا کوئی مجموعہ کتابی شکل میں اپنی امت کے حوالے نہیں فرمایا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیوں کو احادیث کے حفظ کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حدیثوں کے لکھنے کا حکم نہیں دیا۔

اسلئے مولانا کے سوالات ہی بتا رہے ہیں کہ احادیث ما نھٰکم عنہ میں داخل ہیں، کسی طرح بھی ما اٰتٰکم میں داخل نہیں ہو سکتیں۔

مولانا محمد یوسف صاحب اس حدیث کو جانتے اور مانتے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حدیثیں لکھنے سے منع فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ جس نے کچھ حدیثیں لکھی ہوں وہ ان کو محو کردے مٹا دے۔ لا تکتبوا عنی سوی القرآن والی حدیث سے ہر طالب العلم واقف ہے۔ اس ممانعت سے دو باتیں نکل رہی ہیں:

(۱) کچھ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حدیثیں لکھنا شروع کردی تھیں۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دینی امر و نہی اپنی طرف سے، اپنے جی سے نہیں فرماتے تھے یقیناً کوئی آیت اس کے بارے میں اتری جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حدیثیں لکھنے سے منع فرمایا۔

قرآنی آیات میں تدبر کرنے سے کون سی دینی گتھی ہے جو سلجھ نہیں جاتی۔ سورۃ یونس کے چھٹے رکوع میں دیکھیئے یہ دو آیتیں آپ کو ملیں گی۔

یا ایھا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمومنین ۰ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا۔ ھو خیر مما یجمعون ۰

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک موعظت اور سینوں کی بیماریوں کیلئے ایک نسخۂ شفا اور ایمان والوں کیلئے ہدایت و رحمت آچکی ہے۔ کہدو (اے رسول!) کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے (یہ ہوا ہے) تو چاہیئے کہ لوگ اسی (کتاب اللہ قرآن) کی بدولت خوشیاں منائیں۔ وہ ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو لوگ جمع کر رہے ہیں۔

یہاں سوال یہ ہے کہ وہ لوگ کیا جمع کر رہے تھے جن کے پاس قرآن آیا تھا؟ اس آیت کے الفاظ پر غور فرمائیے۔ قرآن کو موعظت، شفاء لما فی الصدور، ہدایت اور رحمت فرمایا گیا ہے یعنی یہ سب باتیں قرآن میں بدرجۂ اتم موجود ہیں، تو یقیناً جو لوگ جمع کر رہے تھے وہ مال و دولت نہیں جمع کر رہے تھے بلکہ سامان موعظت وشفاء، ہدایت و رحمت ہی جمع کر رہے تھے اور وہ کونسی چیز قرآن کے علاوہ ہو سکتی ہے جس کو وہ اپنے لئے سامان موعظت وشفاء، ہدایت و رحمت بطور خود سمجھ سکتے تھے۔ یقیناً وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہی ہو سکتی ہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں یعنی حدیثیں جو کچھ لوگ بطور خود جمع کر رہے تھے تو انھیں اپنے لئے موعظت وشفاء و ہدایت و رحمت ہی سمجھکر جمع کر رہے تھے تو ان لوگوں کو فرمایا گیا کہ تم کیا بطور خود جمع کر رہے ہو۔ تمہارے پاس تو موعظت وشفاء و ہدایت و رحمت تمہارے رب کے پاس سے قرآن کی شکل میں آ ہی چکی ہے جو اس سے کہیں بہتر ہے جس کو تم بطور خود جمع کر رہے ہو۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد صحابہ کو منع فرمایا کہ مجھ سے سن کر قرآن کے سوا بطور خود اور کچھ نہ لکھو اور جس نے کچھ لکھ رکھا ہو اس کو وہ محو کردے مٹا دے۔

اگر کوئی شخص ما یجمعون سے مال و دولت کا جمع کرنا مراد لے، خلاف سیاق عبارت، تو کوئی صاحب عقل سلیم مفسرین کی اس بے جوڑ تفسیر کا پابند نہیں ہو سکتا۔

غرض یہ آیت بھی بتا رہی ہے اور صاف بتا رہی ہے کہ حدیثیں ما نھٰکم عنہ میں داخل ہیں، ما اٰتٰکم الرسول میں کبھی داخل نہیں ہو سکتیں۔

اور پھر لا تکتبوا عنی سوی القرآن والی حدیث[1] تو حدیثوں کے ما انھلکم عنہ میں داخل ہونے کیلئے سند قطعی ہے۔ خصوصاً اہلحدیث اور تمام روایات پرستوں کے لئے۔

سوال ۴ اور اس کا قرآنی جواب

(سوال از مولانا محمد یوسف صاحب) "کیا یہ ضروری ہے کہ ہر نبی اپنی امت کو علاوہ کتاب کے اپنی احادیث بھی کتابی شکل میں مدون کرائے؟"

(قرآن مبین کا جواب)

کان الناس امۃ واحدۃ، فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتٰب لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ۔ (۲-۳)

لوگ (پہلے) ایک ہی امت تھے (پھر اختلاف میں پڑ کر فرقے فرقے ہوگئے) تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا جو فرمانبرداروں کو خوشخبری دینے والے ہوں اور نافرمانوں کو ڈرانے والے اور ان کے ساتھ کتاب اتاری جو لوگوں میں ان کے دینی اختلافات کا فیصلہ کر دیا کرے۔

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بشارت دینے کیلئے اور ڈرانے کیلئے بھیجا اور جو کتاب ان کے ساتھ بھیجی وہی کتاب لوگوں کے دینی اختلافات کا فیصلہ کرتی ہے۔ نبی کی تبشیر و تنذیر و تذکیر سب کچھ اسی کتاب ہی سے ہوگی، کتاب سے باہر وہ دین میں کچھ بھی بول نہیں سکتے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا کہ قل اللہ شھید بینی وبینکم واوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ ( ) (کہدو اے رسول! کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہی قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تمہیں بھی (نتائج نافرمانی سے) ڈراؤں اور جس کے پاس یہ قرآن پہنچ جائے (اس کو بھی) — اور فرمایا کہ وذکر بالقرآن من یخاف وعید ( ) (اور جو شخص میری دھمکی کا ڈر رکھتا ہے اس کو اس قرآن کے مطابق نصیحت و موعظت کرو)۔

حدیثوں کا تو کہیں ذکر ہی نہیں۔ کیا کسی نبی کو کتاب ناقص ملی تھی جس کی تکمیل انھوں نے اپنی حدیثوں سے کی؟ اگر کسی نبی کو ناقص کتاب ملی ہوگی اور اس کا دین بغیر اس کی حدیثوں کے صرف کتاب اللہ سے مکمل نہ ہوتا ہوگا تو بیشک اس کا فرض ہوا ہوگا کہ اس نے کتاب اللہ کے ساتھ اپنی حدیثیں بھی مدون کر کے اپنی امت کو دی ہوں گی۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایسی کامل و مکمل کتاب ملی ہے جسکو تبیاناً لکل شیٔ "دین کی ہر بات کا واضح بیان" ( ) کہا گیا ہے۔ اور فرمایا گیا ہے کہ ما فرطنا فی الکتٰب من شیٔ ( ) "ہم نے اس کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے"۔ اس لئے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ آپ کتاب اللہ میں اپنی حدیثوں کا پیوند لگاتے۔ آپ نے تو صحابہؓ کو حدیثیں لکھنے سے منع فرمایا۔ جن لوگوں نے لکھ لکھ کر کچھ جمع کیا تھا آپ نے اسکے محو کر دینے مٹا دینے کا حکم دیا۔ آپ کا یہ فرض کیونکر ہو سکتا تھا کہ آپ اپنی حدیثیں خود مدون کر کے کتابی صورت میں اپنی امت کو دے جاتے؟ یہ تو آپ کیلئے جائز بھی نہ تھا، آپ کا فرض کہاں تک ہوتا۔

---

[1] جو لوگ حدیثوں کو جزو دین وحصہ دین وحجت فی الدین نہیں مانتے ان کے سامنے صرف کوئی حدیث، کوئی روایت پیش کر کے ان سے منوایا نہیں جا سکتا مگر جن کے نزدیک "جس طرح قرآن مجید واجب الاتباع ہے اسی طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی واجب الاتباع ہیں" اور صحاح ستہ خصوصاً صحیحین کی حدیثیں قرآن کے ساتھ "مثلہ معہ" بن کر منجانب اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری تھیں ان کیلئے تو کم سے کم صحاح کی ہر حدیث واجب التسلیم وواجب الاتباع ہے۔ اسلئے ہم اگر کوئی حدیث پیش کریں تو اہلحدیث کے ہر فرد پر اس کا ماننا واجب ہے۔ مگر وہ ہمارے سامنے صرف کوئی حدیث نہیں پیش کر سکتے۔ جبتک اس کی تائید میں کوئی قرآنی آیت بھی پیش نہ فرمائیں۔ ۱۲ منہ

سوال ۵ اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال) کیا یہ لازم ہے کہ ہر نبی صرف کتاب اللہ ہی کے احکام پیش کرے اور اس کے رموز و تفاسیر و مطالب و مغلق احکام خود بیان نہ کرے جس کو ہم آج اصطلاح میں حدیث رسول کہتے ہیں؟

(جواب از قرآن مبین) اس کا جواب کچھ تو ۴ کی پیش کردہ آیتوں کے ضمن میں ہو چکا۔ اور سنئے:

انا انزلنا التورٰىة فیہا ھدی و نور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا۔ ( )

ہم نے تورات اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے جس کے مطابق اسلام پر چلنے والے نبی لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتے رہے۔

خود ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ تم لوگوں سے کہدو کہ ان اتبع الا ما یوحیٰ الی میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو کچھ میری طرف وحی کیا گیا ہے اور وحی کون سی چیز کی گئی ہے؟ ۷ میں آیت لکھی جا چکی کہ اوحی الیّ ھذا القراٰن[1] میری طرف یہی قرآن وحی کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے پوری طرح واضح ہے کہ اگلے انبیاء و مرسلین علیہم السلام بھی صرف اپنی کتاب اللہ ہی کے متبع تھے اور اسی کے مطابق تبشیر و تنذیر و تذکیر فرماتے تھے اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی دین کی ہر بات میں اور سارے مفوضہ خدمات میں صرف قرآن مبین ہی کے پابند تھے۔

اب میں مولانا یوسف کے اس سوال ۵ کا تجزیہ کرکے ہر جزو کا جواب جو آیات مذکورہ بالا سے مستنبط ہے عرض کرتا ہوں۔

(سوال ۵ کا پہلا ٹکڑا) "کیا یہ ضروری ہے کہ ہر نبی صرف کتاب اللہ ہی کے احکام پیش کرے؟"

(جواب) ہاں۔ کتاب اللہ سے باہر احکام غیر اللہ ہی کے ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام غیر اللہ کے احکام کی تبلیغ و تعلیم نہیں کر سکتے۔

(سوال ۵ کا دوسرا ٹکڑا) "اور اس (کتاب اللہ) کے رموز و تفاسیر و مطالب و مغلق احکام خود بیان نہ کرے؟"

(جواب) (۱) رموز و تفاسیر و مطالب تو قرآن سے باہر نہیں ہو سکتے۔ جو باتیں قرآن ہی سے مستنبط ہوں وہ قرآن سے باہر نہیں کہی جا سکتیں مگر رموز و تفاسیر و مطالب بیان کرنے میں نئے نئے احکام اور نئے نئے حلال و حرام جن کو قرآن سے کوئی تعلق نہیں کہاں سے آجائیں گے؟

باقی رہے "مغلق احکام" تو قرآن مبین میں کوئی حکم "مغلق" نہیں ہے۔ البتہ آپ جیسے علماء اور آپ کے اور ہمارے اسلاف نے پورے قرآن ہی کو مغلق بنا کر رکھدیا ہے: اگر ہر آیت اور ہر حکم کے متعلق مختلف و متضاد تفسیری روایتیں سدی و کلبی جیسے وضاعین و کذابین سے ابن جریر جیسے شیعی مفسر روایت نہ کرتے جن کے بارے میں حافظ سلیمانی کا قول ہے کہ کان یضع للروافض یعنی ابن جریر رافضیوں کی حمایت میں حدیثیں گھڑا کرتے تھے تو احکام قرآنی میں کبھی اغلاق پیدا نہ ہوتا اور یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں نہ سدی و کلبی اور ان کے ہم مشرب راویانِ تفسیر پیدا ہوئے تھے۔ نہ ابن جریر وغیرہ تولد ہوئے تھے اور نہ یہ مختلف و متضاد تفسیری حدیثیں

---

[1] جس طرح ان اتبع الا میں حصر ہے اسی طرح یہاں بھی ھذا القراٰن میں حصر کا مفہوم ہے اگر حصر کا مفہوم نہ ہوتا تو فقط اوحی الیّ القراٰن کہنا کافی تھا۔ الف لام عہد کا بھی موجود ہی تھا۔ غرض ھذا یہاں مفہوم حصر ہی کیلئے ہے۔ ۱۲ منہ

گھڑی گئی تھیں اسلئے اسوقت قرآنی احکام میں کوئی اغلاق تھا ہی نہیں جس کے دور کرنے کی ضرورت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آتی۔ قرآن اپنی معجزانہ فصاحت وبلاغت کے ساتھ بلسان عربی مبین اترا تھا اور رسولؐ وصحابہؓ کی مادری زبان میں اترا تھا۔ جس کی ہر آیت کو ہر صحابیؓ بطور خود بقدر ضرورت سمجھ لیتا تھا۔ بجاآوری احکام میں ہر صحابی سنتِ نبوی کا متبع تھا یعنی جس طریقے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس حکم کو انجام دیتے تھے تمام صحابہؓ بالکل اسی طرح انجام دیتے تھے اور اسی کا نام سُنّت ہے اسی کو قرآن مبین نے اسوۂ حسنہؐ فرمایا ہے مگر اس کو حدیثوں نے عشاق کے دلِ گم کردہ کی طرح ایسا کھودیا کہ نہ ان کا تعامل ہی امت میں ایک طریقے پر رہا نہ روایتیں ہی ایک طرح کی ملتی ہیں۔ ہر سنت کے متعلق مختلف ومتضاد حدیثیں اس قدر ہیں کہ سنت صحیحہ ثابتہ کا پتہ لگانا محال نہیں تو دشوار ضرور ہے اور یہ پتا لگانا بھی روایت پرستوں اور رُوات پرستوں کا کام نہیں بلکہ ہم جیسے قرآن مبین کے کامل اور مکمل ماننے والوں ہی سے ہوسکتا ہے۔

کون نہیں سمجھ سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری نماز جماعت صحابہؓ کی امامت فرماتے ہوئے جس طرح پڑھی تھی اس جماعت کے ہر صحابی نے بھی بالکل اسی طرح پڑھی تھی جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی اور اس نماز باجماعت کے بعد جب آپ کے حکم سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جماعت صحابہؓ کی امامت کی تو بالکل اسی طرح نماز پڑھائی تھی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی اور پھر تا زندگی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بالکل اسی طرح نماز پڑھتے رہے۔ آپ کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی بالکل اسی طرح نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔ پھر حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے بھی بالکل اسی طرح نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی بالکل اسی طرح پڑھیں اور پڑھائیں۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی مجال نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس آخری نماز سے کسی بات میں ذرا سا بھی اختلاف کرتا، نہ کسی صحابی کی مجال تھی۔ اگر ایک شخص بھی کسی رکن، کسی بات میں ذرا سا بھی اختلاف رسول صلعم کی آخری نماز سے کرتا تو کوئی صحابی اس کے پیچھے کبھی نماز نہ پڑھتا۔ اسلئے نماز کا طریقہ مسنونہ بلکہ مفروضہ تو وہی تھا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز کا طریقہ تھا اور جو خلفائے راشدین کا طریقہ مطابق طریقہ نبویہ رہا۔

اگر حدیثیں ابقائے سنت نبویہ کے لئے ہوتیں تو حدیثوں میں وہی ایک طریقہ نماز مذکور ہوتا اور ساری امت اسی ایک طریقہ سے نماز پڑھتی مگر کیا حدیثوں سے کوئی شخص بھی اس طریقہ مسنونہ کا پتا لگا سکتا ہے جو آخری طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور پھر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا تھا؟ محدثین نے اتنی مختلف ومتضاد حدیثیں اپنے دفاتر میں بھر دیں کہ بعد والوں نے حدیثوں کے مطابق مختلف نمازیں تصنیف کر ڈالیں۔ آج منکرین حدیث پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ قرآن سامنے رکھکر اپنی اپنی سمجھ کے مطابق نیا دین تصنیف کر رہے ہیں۔ مگر یہی کام محدثین اور ان کے متبع فقہا نے کیا تھا کہ مختلف ومتضاد حدیثوں کو سامنے رکھکر ہر فقیہ مجتہد نے ایک نیا دین تصنیف کر ڈالا اس کے بعد فاما الذین اورثوا الکتٰب من بعدھم لفی شک منہ مریب ہ کے مطابق بعد والوں کو اس کا پتہ لگانا سخت دشوار ہوگیا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین کا طریقہ نماز وطریقہ ادائے زکوٰۃ وطریقہ صوم وطریقہ حج کیا تھا اور فصل خصومات وہ کس طرح فرماتے تھے؟

تو جو متضاد ومتخالف حدیثیں سنت صحیحہ ثابتہ کو ضائع اور برباد کرنے کیلئے گھڑی گئیں اور محدثین نے نادانستہ یا دانستہ ہر طرح کی

رطب ویابس روایتوں کو جمع کر کے رکھدیا۔ آج مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ ان کو بھی قرآن مجید ہی کی طرح واجب الاتباع سمجھو۔ جامعین احادیث کو انبیاء ورسل سمجھو اور راویوں کو جبرئیل امین ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملّا کارِ ملّت تمام خواہد شد

رسوال ۵ کا آخری ٹکڑا) "جس کو ہم آج کی اصطلاح میں حدیث رسول کہتے ہیں۔"

رجواب) حدیث رسول ہی نہیں بلکہ اس کو قرآن کے ساتھ مثلہٗ معہٗ منزّل من اللہ اور وحی غیر متلو مانتے ہیں۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ مثلہ معہ والی حدیث موضوع و مکذوب صحاح کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر یہ حدیثیں بھی وحی منزل من اللہ ہوتیں تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلعلك تارك بعض ما یوحیٰ الیك ("توشاید تم بعض باتیں جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہیں ان کو چھوڑ دینے والے ہو" کے نزول کے بعد کبھی ان حدیثوں کو بالکل چھوڑ نہ دیتے بلکہ جس طرح قرآن مجید لکھوا رہے تھے حدیثیں بھی لکھواتے۔ یہ سمجھنا کہ حدیثیں اسلئے نہیں لکھوائیں کہ قرآن کے ساتھ مخلوط نہ ہو جائیں اور وحی متلو وغیر متلو کا فرق باقی نہ رہے محض ایک فریب ہے۔ آپ لکھنے والوں کی دو جماعتیں الگ الگ معین فرما دیتے ایک جماعت صرف قرآن لکھتی اور دوسری جماعت صرف حدیثیں۔ قرآن کے بارے میں آپ فرما دیتے کہ یہ وحی متلو ہے نمازوں میں ان کی قرأت کا حکم ہے اور حدیثوں کے بارے میں آپ فرما دیتے یہ وحی غیر متلو ہیں ان کا پڑھنا نمازوں میں جائز نہیں۔ اسی طرح دونوں کے باہم مخلوط ہونے کا خطرہ مٹ جاتا۔ آخر مختلف و متعدد چھوٹی بڑی ایکسو چودہ ۱۱۴ سورتیں اتریں اور لکھنے والے ان کو لکھتے رہے۔ کیا ایک سورت کی آیتیں دوسرے سورہ کی آیتوں سے خلط ملط کبھی ہوئیں؟ جب ایک ہی مجموعے کی آیتیں باہم خلط ملط نہ ہوئیں تو دو مجموعوں کی عبارتیں جن کے کاتبین بھی الگ الگ ہوتے کیوں باہم مخلوط ہو جاتیں۔

آپ لوگوں نے تو ہر قولِ منسوب برسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث رسول و واجب الاتباع مثل قرآن مجید مان لیا ہے وما انزل اللہ بھا من سلطان۔ آپ لوگ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس کا راوی عوف اعرابی جیسا شیطان خبیث ہے یا اسمٰعیل بن اویس جیسا کذاب و وضّاع۔ آپ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ امام بخاری کی کتاب میں یہ حدیث ہے اور جب صحیح بخاری میں ہے تو آپ کے نزدیک اس کا قولِ رسول ہونا قطعی و یقینی ہے۔ اور امام بخاری سے صحابی مروی عنہ تک کے درمیان جتنے نام آتے ہیں وہ سب فرشتے تھے ان میں ہر ایک بجائے خود ایک جبرئیل تھا۔ اس طرح کا ایمان رواۃ پرستوں ہی کو مبارک ہو۔ ہم لوگ تو ہر حدیث منسوب برسول کو فاعرضوہ علی کتاب اللہ حکم نبوی کے مطابق قرآن مبین کے سامنے پیش کرتے ہیں اور فما وافقہ فاقبلوہ وما خالفہ فردوہ ارشاد نبوی کے موافق جو حدیث قرآن مبین کے مطابق ہوتی ہے اس کو قبول کر لیتے ہیں، جس کو قرآن مبین کے خلاف پاتے ہیں اس کو رد کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ در اصل حدیث رسول ہی نہیں ہے۔ جو بات حدیث رسول نہ ہو اس کو حدیث رسول کہنا درحقیقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بہتان باندھنا ہے اور من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہٗ من النار۔ (آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو مجھ پر جھوٹی بات لگائے جان بوجھ کے وہ اپنی جگہ دوزخ میں ٹھہرا رکھے۔) اس حدیث کا اپنے کو مصداق بنانا ہے اسلئے کہ جو بات قرآن مبین کے خلاف ہے وہ کبھی قول رسول نہیں ہو سکتی۔ یہ جانتے ہوئے بھی ایسی حدیثوں کو جو قرآن کے خلاف ہیں حدیث رسول کہے جانا اور ان کو قرآن کی طرح واجب الاتباع ماننا اور ان کو

صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیت کی تاویل یا تنسیخ کی کوشش کرنا، جان بوجھکر مخالف قرآن جھوٹی بات کی تہمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگانا ہے۔

چھٹا سوال اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال ۶) "کیا قوم کی ہدایت صرف کتاب اللہ ہی سے ہوتی ہے؟ یا پیغمبر بغیر کتاب اللہ کے اور بھی خدائی وحی سے (جسکو الہام یا القاء یا وحی کہتے ہیں) ہدایت کرتا ہے"؟

(جواب از قرآن مبین) اس کا جواب ۴ و ۵ کے ضمن میں قرآنی آیات کے ساتھ مذکور ہو چکا۔

اولم یکف انا انزلنا الیك الکتٰب یتلی علیھم ( )

کیا ان کیلئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اسی کتاب کو اتار دیا ہے جو برابر ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے۔

کیا مولانا محمد یوسف صاحب بتا سکتے ہیں کہ کونسی وہ ہدایت ہے جس سے قرآن مبین خالی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام یا القاء یا غیر قرآنی وحی کے ذریعے حاصل ہوئی؟ اگر کسی حدیث صحیح میں واقعی ہدایت کی کوئی بات ہے تو یقیناً اس کا ماخذ قرآن مبین ہی ہے۔ وہ ہدایت ہرگز قرآن سے باہر نہیں۔ اور اگر وہ بات قرآن مبین سے مستنبط نہیں تو وہ ہدایت کی بات ہی نہیں ہے۔ یقیناً گمراہی وضلالت ہے جو تزئین شیطانی کی وجہ سے ہدایت معلوم ہوتی ہے اور وہ حدیث یقیناً موضوع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا و بہتان ہے۔

جو قرآن تبیاناً لکل شئ اترا ہو یعنی دین کی ہر بات بیان کر دینے ہی کیلئے نازل کیا گیا ہو اس سے اگر کوئی ہدایت کی بات چھوٹ گئی تو وہ تبیاناً لکل شئ کہاں رہا؟ اور ما فرطنا فی الکتٰب من شئ ہم نے اس کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے یہ دعویٰ کہاں صحیح ٹھہرا؟ اسلئے ناممکن ہے کہ الہام والقاء وغیرہ سے ہدایت کی کوئی ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی ہو جو قرآن سے بالکل باہر ہو اور اگر ایسی کوئی حدیث ہو تو وہ یقیناً کسی ملحد کی من گھڑت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلا ہوا بہتان اور افترا ہے اور جو بات اس حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ ہرگز ہدایت کی بات نہیں۔

ساتواں سوال اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال ۷) "کیا اختلاف احادیث جو ظاہری طور پر کسی حدیث میں نظر آتا ہو، یہ مانع ہے قبول حدیث سے"؟

(سوال ۷ کا قرآنی جواب)

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ ( )

اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے بن کر آیا ہوا ہوتا تو اس میں لوگ ضرور بہت اختلافات پاتے۔

اس لئے حدیثوں کے باہمی اختلافات بے شک اس کی دلیل ہیں کہ یہ من جانب اللہ وحی نہیں ہیں۔

حدیثوں کے اختلافات کا کیا پوچھنا ہے کونسا ایسا دینی مسئلہ ہے جس میں مختلف اور متضاد حدیثیں نہ ہوں۔ روایت پرستوں کو یہ سارے اختلافات محض ظاہری معلوم ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بباطن سب متحد و متفق ہیں۔ حالانکہ اختلاف و اتحاد ایسی باتیں نہیں جن کا فرق معلوم نہ ہو۔ مگر عقیدتمندوں کو دونوں چیزیں ایک ہی معلوم ہوتی ہیں ؎

جو دستِ اہلِ تقویٰ میں گیا ساغر تو مَے ساقی　　عقیدت کی نظر میں انگبیں معلوم ہوتی ہے

آپ کا یہ سوال یقیناً اس معارضے کی پیش بندی ہے جو آپ آئندہ پیش کریں گے۔ کہ اگر اختلافات کی وجہ سے حدیثیں قابل رد ہیں تو قرآن میں بھی تو معنوی اختلافات بہت کافی ہیں جیسا کہ تفسیروں سے ظاہر ہے اور لفظی اختلافات بھی کم نہیں جیسا کہ اختلافِ قرات سے نمایاں ہے اسلئے اختلافات کی وجہ سے قرآن کو بھی رد کر دیجئے۔ تو یہ معارضہ صحیح نہیں۔ کیونکہ معنوی اختلافات جو مفسرین اور فقہا نے پیدا کئے ہیں۔ ان اختلافات کا ذمہ دار قرآن مبین نہیں ہے بلکہ فرقہ بند مفسرین و فقہا خود ہیں۔ ہر مفسر اور ہر فقیہ نے اپنے فرقہ کے مسلک کے مطابق کھینچ تان کی ہے۔ سارے معنوی اختلافات کی ذمہ داری مفسرین و فقہا کی فرقہ بندی پر ہے۔ قرآن مبین میں کوئی اختلاف نہیں۔

اسی طرح اختلافِ قرات ایرانی و کوفی منافقین کا محض افترا ہے قرات متواترہ کے خلاف ساری روایتیں دوسری قراتوں کی موضوع و مکذوب ہیں۔ قرات متواترہ جو ساری دنیا میں مروج ہے اس کے سوا جو اور چھ قراتوں کو متواتر کہا جاتا ہے ان میں سے کسی ایک کو متواتر ثابت کر کے کوئی دکھائے تو میں جانوں۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکٰفرین ۝ تو اگر تم نہ کر سکو اور کبھی نہ کر سکو گے، تو بچو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے جو کافروں کے لئے مہیا کی گئی ہے۔

سوال ۸ اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال ۸) "کیا بہ سبب رواۃ حدیث کہ فلاں صحیح[۱]، فلاں ضعیف، فلاں مجروح ہے، فلاں میں تشیع ہے، یا فلاں کاذب تھا یا فلاں کو نسیان تھا وغیر ذلک یہ احادیث کے رد کی وجہ ہے؟"

(سوال ۸ کا قرآنی جواب)

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا ( )

اے ایمان والو جب تمہارے پاس کوئی بدکار کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو۔

راویانِ احادیث میں اکثریت مشتبہ ہی لوگوں کی ہے۔ جن کے بارہ میں ائمہ جرح و تعدیل کو کوئی بات قابل جرح معلوم ہو سکی تو انھوں نے رجال کی کتابوں میں لکھدی، نہیں معلوم ہوئی تو پھر

ہر کہ را جامہ پارسا بینی　　پارسادان و نیک مرد انگار

پر عمل کر کے ثقہ اس کے متعلق لکھدیا۔ اگر امام بخاری و امام مسلم و امام مالک نے اس سے روایت لی ہے تو پھر ان ائمہ محدثین کا بھرم رکھنے کیلئے ثقۃٌ کے ساتھ حُجّۃٌ اور ثبت بھی لگا دیا۔ جو حدیثیں ان راویوں سے مروی ہیں ان کی معنوی نوعیتوں پر کبھی غور نہیں کیا۔ بہر حال جن پر جرحیں مذکور ہیں اور اکثر محدثین کا یہ متفقہ اصول ہے اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے تو پھر مجروحین کی روایتوں کی تو کر ید کرنی چاہیئے۔ شیعوں کا حال شیعوں کی کتابیں ہی دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کم سے کم اصول کافی ہی بغور مطالعہ کر لیا جائے۔

---

[۱] غالباً فلاں قوی فلاں ضعیف مولانا لکھنا چاہتے ہونگے ورنہ راوی کیا صحیح ہو گا؟ روایت البتہ صحیح ہوتی ہے۔ ۱۲۔

جسکے یہاں تقیہ وکتمان دین کا جزو اعظم ہو اُسکے ظاہری زہد وتقویٰ سے دھوکا کھانا کیسی بھیانک غلطی ہے۔ تفسیری روایتوں کو سدی وکلبی نے جس طرح گھڑ گھڑ کر پھیلایا اور باوجود اس کے کہ سارے ائمہ رجال ان دونوں کو کذاب لکھ رہے ہیں مگر تمام مفسرین ان کی روایتوں پر امناً وصدقناً کہے جاتے ہیں اور یہی حال تقریباً احادیث احکام کا ہے کہ ان کے راوی بھی کتنے سدی وکلبی کے ہمرنگ ہی ہیں۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جتنے لوگ زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے ہیں جو ایسے متعدد لوگوں سے روایتیں بیان کرتے ہیں جن سے صرف وہی روایت کرتے ہیں دوسرا روایت نہیں کرتا جو ایسی حدیثیں روایت کرتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا' یہ سب مشتبہ اور مخدوش لوگ ہیں۔ اگر آپ فرمائیں گے تو انشاء اللہ میں ایسے مفسدینِ احادیث کے اسماء گرامی لکھ کر پیش کر دونگا۔ مولانا! المحدیث ہونا' حدیث کی کتابیں پڑھ لینا بلکہ پڑھاتے رہنا اور باتیں ہیں اور حدیث کے فن کا جاننا کچھ اور ہی چیز ہے۔

نویں سوال کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال ۹) "کیا وہی اعتراض جو احادیث پر وارد ہوتے ہیں خواہ کوئی بھی اور کیسا بھی ہو وہی اعتراض اگر قرآن مجید پر منکر قرآن پیش کرے' یا آپکا خصم بطور الزام پیش کرے تو قرآن پاک کو رد کیا جائیگا؟"

(سوال ۹ کا قرآنی جواب)

ان الذین یلحدون فی اٰیٰتنا لا یخفون علینا الآیہ

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ الآیہ

اگر تمہیں کچھ شک ہو اس کتاب کے بارے میں جسے ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس کے مثل ایک سورہ ہی بنا کر پیش کرو۔

مولانا! جو اعتراضات حدیثوں پر ہوتے ہیں ان میں کا ایک اعتراض بھی قرآن مجید پر وارد نہیں ہو سکتا۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ حدیثوں پر آپ کے سامنے اعتراضات پیش کر رہے ہیں وہ ایماناً اور دیانتہً پیش کر رہے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ بول رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں اس کے متعلق قیامت کے دن ان کو حساب دینا ہوگا مگر آپ قرآن مجید پر کوئی اعتراض بھی ایماناً ودیانتاً نہیں کر سکتے۔ اگر کر سکتے ہیں تو کیجئے مگر قیامت کی بازپرس کا خیال رکھتے ہوئے۔

باقی رہے منکرین قرآن۔ یا شیعی حضرات جو قرآن مجید میں تحریف ثابت کرتے رہتے ہیں چونکہ وہ اس قرآن کے محفوظ من اللہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے تو ان کے اعتراضات کی بنیاد آپ ہی کی حدیثوں پر ہوا کرتی ہے۔ ان کے جو اعتراضات ملاحدہ عجم اور منافقین کوفہ وشام وعراق وغیرہ کی من گھڑت روایتوں کی بنیاد پر ہیں ان کا جواب تو روایت پرستوں ہی کو دینا چاہیئے۔ منکرین احادیث موضوعہ ان جھوٹی حدیثوں کو ماننے ہی کب ہیں وہ صاف کہدینگے کہ یہ حدیثیں منافقین کی من گھڑت ہیں ہم انھیں نہیں مانتے۔

اور جو عقلی اعتراضات وہ اپنی بے عقلی کی وجہ سے کریں گے' ان کے جوابات عقلی دلائل قاطعہ سے دیئے جائیں گے اور جب عقلی اعتراضات ہوئے ہیں تو ان کے عقلی جوابات ضرور دیئے گئے ہیں اور دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ جو اعتراضات حدیثوں پر ہیں ان میں کا ایک اعتراض بھی قرآن مجید پر ذرا کر کے دیکھئے' کیسا شافی جواب ملتا ہے مگر ذرا سوچ سمجھ کر میدان میں اتریئے گا۔

دسواں سوال اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال نمبر ۱۰) "کیا جس مجموعۂ مستند کا آپ نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کو کتابی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا یہ موجودہ قرآن وہی ہے؟"

(سوال ۱۰ کا قرآنی جواب)

ذٰلك الكتٰب لاریب فیه (۲/۲)

یہ کتاب، اس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

قل اللہ شھید بینی و بینکم واوحی الی ھذا القرآن ( )

کہدو اے رسول کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کا معجزانہ تواتر جو عہد نبوی سے لیکر آج تک کتابۃً، تلاوۃً، قراءۃً، تعلیماً، تعلماً، حفظاً ہر طرح سے غیر منقطع تسلسل کے ساتھ ساری دنیائے اسلام میں چلا آرہا ہے وہی اس سوال کا منہ توڑ جواب دینے کیلئے کافی ہے۔ مجھکو کچھ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔

گیارہواں سوال اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال ۱۱) "کیا جو حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید کے تمام نسخے جلادیئے تھے؟ صرف ایک رکھا تھا؟ کیا یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستند اور کتابی شکل میں صحابہ کو دیا تھا، یا جو جلادیئے گئے تھے ان میں سے کوئی تھا، یا وہ کل نسخے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف زبانوں اور مختلف لغات میں صحابہ کو دیئے تھے آخر وہ کیوں جلائے گئے اور کیوں ایک نسخہ رکھا گیا، اور وہ کونسی زبان و لغت صحیحہ کی بناء پر رائج الوقت قرار دیا گیا ہے؟"

(سوال ۱۱ کا قرآنی جواب)

لولا جاءو علیه باربعة شھداء فاذلم یأتوا بالشھداء فاولٰئك عند اللہ ھم الکٰذبون ہ

کیوں نہیں اس بہتان پر چار گواہ لائے؟ توجب وہ گواہوں کو نہ لاسکے تو وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

کسی پر تہمت لگانا کسی پر بہتان باندھنا کھیل نہیں ہے۔ یہ زنا اور بدکاری کی تہمت سے زیادہ سخت اور سنگین تہمت ہے جو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر لگائی گئی ہو۔ کیا مولانا یوسف کم سے کم چار صحابہؓ اور چار تابعی اور چار اتباع تابعین یعنی ہر دور کے چار گواہ اس روایت مکذوبہ پر لاسکتے ہیں؟

میرے دوست مولانا یوسف صاحب نے اپنے اس گیارہویں سوال کے ضمن میں حسب ذیل سوالات کئے ہیں:

(۱) حضرت عثمان غنی نے قرآن مجید کے تمام نسخے جلادیئے تھے؟ صرف ایک رکھا تھا؟

اس کا جواب ضرور ہمارے ذمے ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ نہیں، ایسا کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا تھا۔ نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی نسخہ جلایا تھا نہ صرف ایک نسخہ رکھا تھا۔ قرآن ہر صحابی کے گھر میں تھا، سب کے سب قرآن دیکھ دیکھ کر پڑھتے تھے اور زبانی بھی پڑھتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیوں کسی نسخے کو جلانے لگے اور اگر ایسا کرتے تو کیا کوئی صحابی بھی اس کو برداشت کرسکتا تھا؟

(ب) کیا یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستند اور کتابی شکل میں صحابہ کو دیا تھا؟

(ج) یا جو جلا دیئے گئے تھے ان میں سے کوئی تھا؟

(د) یا وہ کل نسخے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف زبانوں اور مختلف لغات میں صحابہ کو دیئے تھے؟

(ہ) آخر وہ کیوں جلائے گئے؟

(و) اور کیوں ایک نسخہ رکھا گیا؟

(ز) اور وہ کون سی لغت وزبان صحیحہ کی بنا پر رائج الوقت قرار دیا گیا؟

یہ (ب) سے لیکر (ز) تک چھ سوالات ہم جیسوں سے پوچھنا تو بالکل غلط ہے جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض نسخہائے قرآن کے جلانے کے واقعہ ہی کو محض جھوٹ بہتان اور افترا جانتے اور مانتے ہیں، نہ ان سے یہ چھ سوالات کئے جا سکتے نہ وہ ان کے جوابات کے ذمہ دار ہیں۔

البتہ مولانا یوسف صاحب کو لازم ہے کہ یہ چھ سوالات بلکہ ساتوں سوالات امام بخاریؒ سے کریں یا ابن شہاب زہری سے جو تنہا اس روایت مکذوبہ کے راوی ہیں۔

اگر کسی صوفی سے کشف قبور کا طریقہ سیکھ کر اور اس کی مشق بہم پہنچا کر میرے دوست مولانا محمد یوسف صاحب امام بخاری اور ابن شہاب زہری کی قبروں پر جا کر مراقب بیٹھ جائیں تو نہایت آسانی کے ساتھ دونوں سے یہ ساتوں سوالات کر سکتے ہیں بلکہ ایک آٹھواں سوال میری طرف سے بھی کر کے اس کا جواب بھی پوچھیں کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صرف ایک نسخہ قرآن رکھ کر باقی سب نسخوں کو جلانے لگے تھے اس وقت کسی صحابی کے دل میں بھی حمایتِ قرآن کا جذبہ پیدا نہ ہوا تھا؟ کم سے کم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو ذوالفقار کھینچ کر کھڑے ہو جاتے کہ ہم کتاب اللہ کو کبھی جلانے نہ دینگے؟ آخر تمام صحابہؓ کو کیا ہو گیا تھا کہ قرآن کے نسخے جلتے ہوئے چپ چاپ دیکھتے رہے اور حضرت عثمانؓ کو اس کار بد سے روکا تک نہیں؟

جب ان سوالوں کے جوابات امام بخاری وابن شہاب زہری کی روحوں سے مل جائیں تو ان کو از راہِ کرم اس رسالہ طلوع اسلام میں بھی شائع فرما کر ہم لوگوں کو بھی مستفیض ہونے کا موقع دیں۔

ورنہ ایک جھوٹی روایت کی بنیاد پر جو گمراہ کن سوالات پیدا ہوں ان کے جوابات ان لوگوں سے کیوں پوچھے جائیں گے جو اس روایت ہی کو جھوٹی اور اس واقعہ ہی کو بالکل غلط اور ناشدہ یقین کرتے ہیں۔

مولانا محمد یوسف صاحب کا بارہواں اور آخری سوال اور اس کا قرآنی جواب

(مولانا یوسف کا سوال ۱۲) پھر اس کا کیا ثبوت کہ موجودہ قرآن پاک یہ وہی ہے اور ہو بہو وہی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ کے سامنے بطور تلاوت پیش کیا تھا یا جبرئیلؑ نے حضورؐ پر اس کو پیش کیا تھا؟

(سوال ۱۲ کا قرآنی جواب) نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ( )

ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم بیشک ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ تنزیل من حکیم حمید ( )

باطل نہ اسکے آگے سے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے یہ حکمت وحمد کے مالک کی طرف کی اتری ہوئی کتاب ہے۔

یہ مذکورہ بالا دو آیتیں اس ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ موجودہ قرآن پاک جو معجزانہ تواتر کے ساتھ تقریباً پونے چودہ سو برس سے چلا آرہا ہے اور ساری دنیائے اسلام میں مروج ہے، ہر مسلم گھر میں ہر زمانے میں عہد نبوی سے لیکر آج تک موجود ہے اور موجود رہا۔ یہ وہی قرآن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ اترا تھا، جسکو آپ تلاوت فرماتے تھے اور تمام صحابہ تلاوت کرتے تھے ہو بہو وہی ہے وکفی باللہ شہیدا۔ اور مجھکو یقین ہے مولانا یوسف کا ایمان بھی اسی عقیدے پر ہے

میں نے بعونہ تعالیٰ وبفضلہ عزوجل اپنے دوست جناب محترم مولانا محمد یوسف صاحب صدر جمعیت اہلحدیث کراچی کے بارہ سوالات کے جوابات قرآن مجید کی آیتوں سے دیدیئے۔ امید ہے کہ مولانا تعصب اور غلو سے کام نہ لیں گے اور ٹھنڈے دل سے ان جوابات پر غور فرمائیں گے۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں ان حدیثوں کو جو قرآن مبین کے مطابق ہیں اور اسی وجہ سے ان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح ہو سکتی ہے قرآن مجید کی تفسیر سمجھتا ہوں اور ان کی دینی اہمیت پوری طرح جانتا اور مانتا ہوں۔ میں خود قرآن کی تفسیر اپنی سمجھ کے مطابق کروں مجھکو اس کا حق ہو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن مجید کی تبلیغ وتعلیم وتبیین ہی کیلئے مبعوث ہوئے ان کو قرآنی آیات کی تفسیر بیان فرمانے کا کوئی حق نہ تھا؟ کوئی صاحب عقل سلیم ایسا نہیں سمجھ سکتا۔ مگر تفسیر کو متن قرآن کے سیاق وسباق کے مطابق اصول ادب عربی کے مطابق ہونا چاہئے نہ کہ "من چہ می سرایم وطنبورہ من چہ می سراید" کی مصداق ہو؟ جب کوئی حدیث صحیح یعنی مطابق قرآن مجھے مل جاتی ہے تو میں اس سے سرتابی کفر سمجھتا ہوں۔

لیکن نہ رُوات حدیث کو جبرئیل امین سمجھتا ہوں نہ محدثین کو پیغمبر۔ اسلئے میں صحاح ستہ یا بخاری ومسلم کا پرستار نہیں ہوں۔ تدبر فی القرآن کی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے اور نقدِ احادیث کی ایک حد تک صلاحیت بھی۔ فن رجال کی کوئی گھاٹی غالباً مجھ سے چھوٹی نہیں ہے۔ اس فن میں میری خود متعدد تصنیفیں ہیں۔ غرض احادیث کی متن واسناد سب پر کافی غور کر کے ان کی صحت وعدم صحت کا فیصلہ کرتا ہوں اور دیانۃً فیصلہ کرتا ہوں۔ میں کسی فرقے کا آدمی نہیں۔ صرف مسلم ہوں اور میرا دین صرف اسلام، اسی کے قریب پہنچ چکا ہوں مرنے کے دن قریب ہیں، قیامت کی بازپرس سے بہت ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھائے آمین ثم آمین۔ لیکن میں بھی انسان ہوں مجھ سے بھی غلطی اور غلط فہمی ہو سکتی ہے اور باوجود اس تحدیث نعمت کے جو ابھی کی مجھکو اپنے جہل کا اعتراف ہے اسلئے جو شخص مجھکو میری غلطیوں سے مطلع کر دے میں اس کا شکرگذار رہوں گا۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

تمنا عمادی مجیبی پھلواروی

طلوعِ اسلام

ہم نے علامہ تمنا کی تمنا کے مطابق ان کے جوابات شائع کردیئے ہیں۔ اگر ہم خود اس موضوع پر قلم اٹھاتے تو ہم علامہ یوسف صاحب سے صرف اتنی بات پوچھتے:

(الف) آپ یہ مانتے ہیں یا نہیں کہ جو قرآن اس وقت مسلمانوں کے پاس ہے وہ حرفاً حرفاً وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم پہ وحی کیا اور جسے رسول اللہ صلعم نے محفوظ شکل میں امت کو دیا؟

(ب) کیا حدیث کی کوئی کتاب بھی ایسی ہے جس کے متعلق امت نے یہ تسلیم کیا ہو کہ اسے بھی رسول اللہ صلعم نے محفوظ شکل میں امت کو دیا تھا اور وہ حرفاً حرفاً اسی طرح آج تک محفوظ ہے؟

تین بڑے بڑے "منکرین حدیث"

امام ابو حنیفہؒ۔ شاہ ولی اللہؒ۔ اور علامہ اقبالؒ

علامہ اقبالؒ نے (خطباتِ تشکیلِ جدید میں) اپنے چھٹے خطبہ کا عنوان رکھا ہے "اسلامی نظام میں اصولِ حرکت" اس میں انھوں نے یہ بتایا ہے کہ اسلام ایک تحریک ہے اور تحریک کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی خاص زمان یا مکان کے ساتھ مخصوص اور اس کی چاردیواری میں محدود ہو کر نہ رہ جائے۔ اس باب میں انھوں نے کہا ہے کہ اسلامی مملکت کیلئے غیر متبدل سرچشمہ قوانین میں ہے اور احادیث سے مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ نے اپنے زمانے کیلئے ان اصولوں کی تفصیل کس طرح مرتب فرمائی۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

احادیث کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کی حیثیت قانونی ہے اور دوسری وہ جو قانونی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اول الذکر کے بارے میں ایک بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس حد تک ان رسوم و رواج پر مشتمل ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں رائج تھے اور جن میں بعض کو رسول اللہ صلعم نے علیٰ حالہ رکھا اور بعض میں ترمیم فرمادی۔ آج یہ مشکل ہے کہ ان چیزوں کو پورے طور پر معلوم کیا جاسکے، کیونکہ ہمارے متقدمین نے اپنی تصانیف میں زمانہ قبل از اسلام کے رسوم و رواج کا زیادہ ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی یہ معلوم کرنا ممکن ہے کہ جن رسوم و رواج کو رسول اللہؐ نے علیٰ حالہ رکھا (خواہ ان کیلئے واضح طور پر حکم دیا ہو یا ویسے ہی ان کا استصواب فرمادیا ہو) انھیں ہمیشہ کیلئے نافذ العمل رکھنا مقصود تھا۔ اس موضوع پر شاہ ولی اللہؒ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے جس کا خلاصہ میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ شاہ صاحبؒ نے کہا ہے کہ پیغمبرانہ طریق تعلیم یہ ہوتا ہے کہ رسولؐ کے احکام ان لوگوں کے عادات و اطوار اور رسوم و رواج کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے ہیں جو اس کے اولین مخاطب ہوتے ہیں۔ پیغمبر کی تعلیم کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ عالمگیر اصول عطا کردے لیکن نہ تو مختلف قوموں کے لئے مختلف اصول دیئے جاسکتے ہیں اور نہ ہی انھیں بغیر کسی اصول کے چھوڑا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے مسلک زندگی کے لئے جس قسم کے اصول چاہیں وضع کرلیں۔ لہٰذا پیغمبر کا طریق یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص قوم کو تیار کرتا ہے اور انھیں ایک عالمگیر شریعت کیلئے بطور خمیر استعمال کرتا ہے۔ اس مقصد کیلئے وہ ان اصولوں پر زور دیتا ہے جو تمام نوعِ انسانی کی معاشرتی زندگی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں لیکن ان اصولوں کا نفاذ اس قوم کے عادات و خصائل کی روشنی میں کرتا ہے جو اس وقت اس کے سامنے ہوتی ہے۔ اس طریق کار کی رو سے رسول کے احکام اس قوم کے لئے خاص ہوتے ہیں اور چونکہ ان احکام کی ادائیگی بجائے خویش مقصود بالذات نہیں ہوتی انھیں آنیوالی نسلوں پر من و عن نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے (جو اسلام کی عالمگیریت کی خاص بصیرت رکھتے تھے) اپنی فقہ کی تدوین میں حدیثوں سے کام نہیں لیا۔ انھوں نے تدوین فقہ میں استحسان کا اصول وضع کیا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ قانون وضع کرتے وقت اپنے زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ

انھوں نے اپنی فقہ کا مدار احادیث پر کیوں نہیں رکھا۔ ان حالات کی روشنی میں میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ان احادیث کے متعلق جن کی حیثیت قانونی ہے امام ابوحنیفہؒ کا یہ طرزِ عمل بالکل معقول اور مناسب تھا۔ اور اگر آج کوئی وسیع النظر مقنن یہ کہتا ہے کہ احادیث ہمارے لئے من وعن شریعت کے احکام نہیں بن سکتیں تو اس کا یہ طرزِ عمل امام ابوحنیفہؒ کے طرزِ عمل کے ہم آہنگ ہوگا جن کا شمار فقہ اسلامی کے بلند ترین مقننین میں ہوتا ہے۔ (خطبات اقبال ص۱۶۲-۱۶۳)

طلوعِ اسلام اسی مسلک کی دعوت دینے کے جرم میں "منکرِ حدیث" فلہذا "مرتد اور ملحد" قرار دیا جا رہا ہے۔ اب آپ خود ہی دیکھ لیجئے کہ اس معاملہ میں کتنے کتنے بڑے "منکرینِ حدیث" اس کے ساتھ شامل ہیں۔

حسبنا کتاب اللہ کہنے والے کافر

جماعتِ اسلامی کے ایک ذمہ دار رکن محترم امین احسن صاحب اصلاحی نے حسب ذیل فتویٰ صادر فرمایا ہے :-

بعض لوگ اسلامی شریعت کے اختلافات کا حوالہ دیکر مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ اس ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ کا تو کوئی امکان نہیں ہے البتہ قرآن کے اصولوں پر اس ملک میں حکومت قائم کرو۔ اگر یہ مشورہ دینے والوں کا مطلب یہ ہے کہ شریعت صرف اتنی ہی ہے جتنی قرآن میں ہے باقی اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ شریعت نہیں ہے تو یہ صریح کفر ہے اور بالکل اسی طرح کا کفر ہے جس طرح کا کفر قادیانیوں کا ہے بلکہ کچھ اس سے بھی سخت اور شدید ہے۔ قادیانیوں نے رسول اللہؐ کی خاتمیت کا انکار کیا ہے اور یہ رسول اللہؐ کے شارع اور واجب الاطاعت اور واجب الاتباع ہونے کے منکر ہیں۔ اگر یہ عقیدہ رکھنے والے کچھ افراد مسلمانوں کے اندر موجود ہیں تو ان پر یہ حقیقت واضح رہنی چاہیئے کہ ایسے افراد کے لئے امت مسلمہ کے اندر کوئی جگہ نہیں ہے۔

روزنامہ تسنیم لاہور ص۱۲
۱۵ر اگست ۱۹۵۲ء

بابُ المراسلات

حدیث کی حیثیت لاہور سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ

اس میں شبہ نہیں کہ رسول اللہ صلعم نے احادیث کا کوئی مجموعہ امت کو نہیں دیا۔ نہ ہی کسی کو اپنی احادیث حفظ یاد کرائیں لیکن اتنا تو ماننا پڑے گا کہ احادیث کی موجودہ کتابوں میں غلط اور صحیح دونوں قسم کی حدیثیں موجود ہیں۔ صحیح حدیثوں کا معیار یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کے مطابق ہوں اس لئے آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کتابوں میں جو حدیثیں قرآن کے مطابق ہوں انھیں چھانٹ کر الگ کر لیجئے اس مجموعہ کو رسول اللہ کی حدیثیں تسلیم کر لیا جائے۔ اس طرح قرآن اور اس کے ساتھ اس کی وہ تشریح جو رسول اللہؐ نے فرمائی تھی ہمارے سامنے آجائیگی۔ ان ہی کا نام اسلامی شریعت ہوگا۔

طلوع اسلام آپ نے لکھا ہے کہ جو حدیثیں قرآن کے مطابق ہوں انھیں الگ کر لیا جائے اور اس منتخب مجموعہ کو رسول اللہ صلعم کی صحیح حدیثیں تصور کر لیا جائے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اصل حقیقت تک نہیں پہنچے۔ غلط حدیثوں سے قطع نظر جنھیں آپ صحیح حدیثیں قرار دیتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہوں گی۔ مثلاً قرآن کریم میں ہے کہ عدل کرنا ضروری ہے کسی حدیث میں ایک واقعہ ملتا ہے جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس معاملہ میں عدل فرمایا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ صحیح ہوگا کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے قرآن کے حکم کے مطابق عدل کیا۔ یہ آپ کی تجویز کردہ حدیثوں کی ایک قسم ہوگی لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس سے ہمیں اپنے معاملات میں کوئی ایسی راہنمائی نہیں ملے گی جو قرآن میں موجود نہ تھی۔ عدل کا حکم قرآن میں موجود ہے اسی پر رسول اللہ صلعم نے عمل کیا اسی پر ہم عمل کریں گے۔

جس مقام پر حدیث کی اصل ضرورت بتائی جاتی ہے وہ اور ہے۔ قرآن میں اکثر و بیشتر احکام صرف اصولی طور پر دیئے گئے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ ان اصولی احکام کی جو تشریح رسول اللہ صلعم نے فرمائی وہ تشریح قیامت تک کے لئے غیر متبدل ہے اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے "اٰتوا الزکوٰۃ" (زکوٰۃ دو) یہ اصولی حکم ہے۔ حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ کے معنی ہیں اڑھائی فیصدی۔ اس اڑھائی فیصدی کو نہ دو فیصدی کیا جا سکتا ہے نہ تین فیصدی۔ گویا قرآن کے حکم "اٰتوا الزکوٰۃ" سے مراد ہے اڑھائی فیصدی اس میں ردوبدل کرنے سے دین کی نفی ہو جاتی ہے۔

آپ فرمایئے کہ اس حدیث کے متعلق کس طرح سے فیصلہ کیا جائے کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔ آپ کہتے ہیں کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اسے صحیح مان لیا جائے لیکن یہاں تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ "اڑھائی فیصدی" قرآن کے مطابق یا اس کے خلاف ہے۔ اب فرمایئے کہ ہمارے پاس وہ کونسا ذریعہ ہے جس سے ہم یقینی طور پر یہ کہہ سکیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غلط کیونکہ آپ نے اس کا معیار یہ بتایا تھا کہ

جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔

اسی نکتہ کو ذرا اور وضاحت سے سن لیجئے۔ نصاب زکوٰۃ کے بعد سب سے اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کس کس چیز پر فرض ہے مثلاً یہ کہ جو زیور روزمرہ کے پہننے کا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں۔ بہت سی احادیث ہیں جن میں آیا ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں اس کے برعکس بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جن میں آیا ہے کہ ان پر زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔ دونوں قسم کی حدیثیں حدیث کی صحیح ترین کتابوں میں موجود ہیں اور دونوں کے راوی اولوالعزم صحابہؓ ہیں۔ اب فرمائیے کہ ان میں سے کس حدیث کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ وہ قرآن کے مطابق ہے اور کس کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ قرآن کے خلاف ہے۔

یا فرض کیجئے کہ اس معاملہ میں ایک ہی مضمون کی حدیثیں ہوتیں تو بھی اس کا فیصلہ کس طرح سے ہو سکتا تھا کہ وہ قرآن کے مطابق ہے یا مخالف۔

آپ نے دیکھ لیا ہو گا کہ حدیثوں کے پرکھنے کے معاملہ میں یہ اصول بھی کام نہیں دے سکتا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں درحقیقت اقرار اور انکار حدیث کا سوال پیدا ہوتا ہے یعنی اقرار حدیث والے کہتے ہیں کہ قرآن کے اصولی احکام کی وہی جزئیات شریعت کی حیثیت رکھتی ہیں جو رسول اللہؐ نے بیان فرما دیں ان میں ذرا سا ردوبدل بھی دین کی نفی ہے۔ انکار حدیث والے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا ہے ہی نہیں جس سے یہ معلوم کیا جا سکے کہ فلاں جزئیات فی الواقعہ رسول اللہ صلعم نے متعین فرمائی تھیں۔
اقرار حدیث والوں کا متشدد طبقہ یہ کہتا ہے کہ ائمۂ احادیث نے جن حدیثوں کو صحیح قرار دیدیا ہے ان کے متعلق یہ ماننا ہو گا کہ وہ یقینی طور پر رسول اللہ صلعم کی ہیں۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ دین کے معاملہ میں ہمارے ایمان کا دارومدار ائمہ کے فیصلوں پر رہ گیا۔ دوسرا طبقہ معتدلین کا ہے (جس میں آپ بھی شامل ہیں) ان کا خیال ہے کہ ہمیں خود انتخاب کرنا چاہئے کہ کونسی حدیثیں صحیح ہیں اور کونسی غلط۔ یعنی اس صورت میں امت کے ایمان کا مدار ہمارے فیصلوں پر ہو گا۔

ہم پوچھتے یہ ہیں کہ ائمۂ احادیث کو یا آج ہمیں یہ کیا حق حاصل ہے کہ ہم یہ فیصلہ کر دیں کہ فلاں حکم رسول اللہ صلعم کا ہے اور فلاں نہیں۔

اب آپ یقیناً کہیں گے کہ قرآن کا حکم (اٰتوا الزکوٰۃ) محض اصولی ہے جس پر عمل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی جزئیات متعین نہ کی جائیں۔ اللہ نے جزئیات متعین نہیں کیں اور رسول اللہ صلعم کی متعین کردہ جزئیات کے متعلق یہ دشواری ہے کہ ہم یقینی طور پر کہہ نہیں سکتے کہ رسول اللہؐ نے کیا بات کہی تھی اور کیا بات نہیں کہی تھی تو اس حکم پر عمل کرنے کی صورت کیا ہو؟

یہ تھی وہ الجھن جس کے پیش نظر ایک گروہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ قرآن میں ہر حکم کی تفصیلی جزئیات بھی موجود ہیں۔ اسی غلط تصور کے ماتحت وہ لگے قرآن میں کھینچا تانی کرنے۔ اس گروہ کو اہل قرآن یا چکڑالوی کہا جاتا ہے۔

دوسرے گروہ نے اس الجھاؤ سے نکلنے کی یہ صورت سمجھی کہ جو باتیں امت میں تواتر سے چلی آتی ہیں (یعنی مسلسل اور متواتر چلی آ رہی ہیں) ان کے متعلق سمجھ لیا جائے کہ وہ رسول اللہ صلعم نے متعین کی تھیں۔ یہ وہ گروہ ہے جو اہل حدیث اور اہل قرآن کے بین بین

چلتا ہے. لیکن اگر تواتر کو یقین کا مرتبہ دیدیا جائے تو اس باطنی علم کے متعلق کیا کہا جائے گا جسے ایک پیر نام گنا گنا کر مسلسل اور متواتر رسول اللہ صلعم تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کے ہر مرید کو یہ شجرۂ نسب زبانی یاد ہوتا ہے جسے وہ ہر صبح وظیفہ کے طور پر دہراتا ہے اور ہر پرسم خانقہی کو مسلسل و متواتر رسول اللہ صلعم تک پہنچا کر دم لیتا ہے۔

اور تیسرا گروہ منکرین قرآن کا ہے جو اس کا اعلان کرتا ہے کہ قرآن ناقص کتاب ہے جس کی تکمیل رسول اللہ کی تشریح کے بغیر ناممکن تھی۔ رسول اللہ صلعم کی یہ تشریحات احادیث کے مجموعوں میں ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ احادیث کے ان مجموعوں میں تو ایسی احادیث بھی ہیں جو قرآن کے خلاف جاتی ہیں تو وہ کہدیتے ہیں کہ حدیث قرآن کے حکم کو منسوخ بھی کر سکتی ہے اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ جب حدیث کے بغیر قرآن اس طرح ناقص (بلکہ ناقابل عمل) رہ جاتا تھا تو کیا رسول اللہ کے لئے لازم نہیں تھا کہ وہ ان احادیث کا ایک مستند اور مصدقہ مجموعہ مرتب کر کے اسی طرح امت کو دے جاتے جس طرح قرآن دیا گیا تھا تو یہ منکرین قرآن انتہائی بے باکی اور جہالت سے یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ اس کا بھی کیا ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے امت کو قرآن محفوظ شکل میں دیا تھا۔ رسول اللہ صلعم نے جس طرح احادیث کو غیر محفوظ چھوڑا تھا اسی طرح قرآن کو بھی غیر محفوظ چھوڑ دیا تھا۔ قرآن کو بھی بعد میں مسلمانوں نے خود مرتب کیا اور حدیث کو بھی۔ اسلئے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

ظاہر ہے کہ اس جواب کے بعد نہ قرآن ہی قابل یقین رہتا ہے نہ احادیث اور یہی ان منکرین قرآن کا مقصود تھا۔ انھیں خطرہ تھا کہ جب مسلمانوں کو یہ پتہ چل گیا کہ حدیث محفوظ نہیں تھی تو وہ قرآن کی طرف رجوع کر جائیں گے۔ اس خطرہ سے مامونیت کا یہی طریقہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا کر دیا جائے کہ قرآن بھی محفوظ نہیں ہے۔

ان گروہوں کے برعکس طلوع اسلام نے یہ بتایا کہ

(۱) اگر اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہوتا کہ شریعت کی جزئیات بھی قیامت تک کے لئے غیر متبدل رہنی چاہئیں تو وہ قرآن کے اصولی احکام کے ساتھ ان کی جزئیات بھی خود ہی متعین کر دیتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا منشا یہ تھا کہ قرآن کے اصول تو غیر متبدل رہیں لیکن اس کی جزئیات غیر متبدل نہ رہیں۔

(۲) برسبیل تنزل اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ خدا کا یہ منشا تھا کہ اصولی حکم خدا خود دے اور اس کی جزئیات رسول اللہ صلعم متعین کریں اور یہ جزئیات قیامت تک کیلئے غیر متبدل رہیں تو رسول اللہ پر یہ فرض تھا کہ وہ ان جزئیات کو محفوظ شکل میں امت کو دیکر جاتے تاکہ ان میں قیامت تک کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہوسکتی چونکہ رسول اللہ صلعم نے بھی ایسا نہیں کیا اس سے ظاہر ہے کہ خدا اور رسول کا منشا یہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلعم کی متعین کردہ جزئیات غیر متبدل رہیں۔

(۳) خدا کا منشا یہی تھا کہ دین کے اصول جو قیامت تک کیلئے غیر متبدل رہیں قرآن میں دیدیئے جائیں اور اس قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا جائے۔ ان اصولوں کی جزئیات قرآنی نظام قائم کرنے والی امت اپنے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق باہمی مشاورت سے عقل و فکر کی روشنی میں خود متعین کرتی رہے۔

(۴) سب سے پہلے ان جزئیات کو خود رسول اللہ صلعم نے متعین کیا لیکن اُنھیں نہ خود مرتب کیا نہ کسی کو مرتب کرنے دیا تاکہ آنے والی نسلیں کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ جزئیات بھی قرآن کی طرح غیر متبدل ہیں۔

(۵) رسول اللہ صلعم کی اسی سنت (طریق عمل) پر آپ کے خلفاء نے عمل کیا یعنی جو جزئیات ایسی تھیں جن میں ان کے زمانے کے تقاضے کسی تبدیلی کے مقتضی نہیں تھے انھیں علیٰ حالہ رہنے دیا۔ جن میں تبدیلی کی ضرورت تھی ان میں بلا تامل تبدیلی کردی (چنانچہ جب حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ طلاق کے معاملہ میں جو فیصلہ آپ نے کیا ہے وہ رسول اللہؐ کے فیصلے کے خلاف ہے تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کے زمانے کے حالات کا تقاضا وہی تھا اور ہمارے زمانے کے حالات کا تقاضا یہ ہے) اور جو نئے معاملات پیش آئے ان میں اسی طرح سے خود نئے فیصلے کئے۔

(۶) آج بھی منشائے خداوندی اور سنت رسول اللہ صلعم باقتدائے صحابہؓ یہی ہے کہ ہم قرآنی اصولوں کی روشنی میں اپنے حالات اور زمانہ کے تقاضہ کو خود پرکھیں جو جزئیات ایسی چلی آرہی ہیں جن میں کسی ردوبدل کی ضرورت نہیں انھیں علیٰ حالہ رہنے دیا جائے اور جن میں کسی ردوبدل کی ضرورت ہے ان میں ضروری ردوبدل کرلیا جائے۔

یہ ہے اللہ کی متعین کردہ صحیح راہ عمل اور یہی ہے وہ مسلک جس کی طرف طلوعِ اسلام دعوت دیتا ہے۔

حدیث کی بحث کیوں؟ کراچی سے ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ:-

آپ نے اکتوبر کی اشاعت میں طلوع اسلام کے جو اغراض و مقاصد بیان کئے ہیں ان سے واضح ہے کہ طلوع اسلام کا بنیادی مقصد قرآنی نظام ربوبیت کو نافذ کرنا ہے۔ یہ مقصد ایسا ہے کہ جس میں کسی مسلمان کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا لیکن طلوع اسلام جب حدیثوں کے متعلق بحث چھیڑ دیتا ہے تو اس سے اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا اثر اس کے مقصد پر پڑتا ہے۔ طلوع اسلام کو چاہیئے کہ وہ حدیثوں کی بحث میں نہ الجھے۔

طلوع اسلام آپ کا یہ خیال ہے کہ حدیثوں کی بحث محض نظری بحث ہے جس کا تعلق اس مقصد سے کچھ نہیں جو طلوع اسلام کے پیش نظر ہے۔ معاملہ کو سطحی طور پر دیکھنے سے ایسا ہی مترشح ہوتا ہے لیکن اگر آپ ذرا گہرائی میں اتر کر دیکھیں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ یہ بحث نظری نہیں۔ عملی اور بنیادی ہے۔ مثلاً اسی نظام ربوبیت کو لے لیجئے۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ معاشرہ (مملکت یا حکومت) کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام افراد معاشرہ کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرے اور ان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما کے پورے پورے مواقع بہم پہنچائے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس مقصد کے لئے مملکت کے ذرائع پیداوار معاشرہ کی اجتماعی تحویل میں ہونے چاہئیں۔ اگر یہ ذرائع افراد کی ذاتی ملکیت قرار دیدیئے جائیں تو حکومت کے لئے ناممکن ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اسی لئے قرآن کریم میں واضح الفاظ میں کہدیا گیا ہے کہ زمین پر کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتی وہ سواءً للسائلین ہے۔

یہ اصول اسی صورت میں، قانون کی حیثیت اختیار کر سکتا ہے جب ہم یہ تسلیم کرلیں کہ اسلامی نظام (دین) کے غیر متبدل اصول صرف قرآن میں ہیں اس کے برعکس اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ روایات میں بیان شدہ احکام بھی قیامت تک کیلئے غیر متبدل ہیں تو آپ محولہ بالا اصول کو کبھی قانون بنا ہی نہیں سکتے اس لئے کہ روایات کی رو سے زمین اور دیگر ذرائع پیداوار پر افراد کو ملکیت کا حق حاصل ہے۔ اور اس ملکیت کیلئے کوئی حدبندی نہیں کی جاسکتی۔ اگر اس چیز کو دین تسلیم کرلیا جائے تو آپ کسی طرح زمینداروں سے زمین نہیں چھین سکتے حتیٰ کہ آپ ان کی مرضی کے خلاف زمین کی پیداوار کو بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ قیمت دیکر نہ ویسے۔

اس ایک مثال سے آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ یہ بحث کہ روایات میں بیان شدہ احکام قیامت تک کیلئے غیر متبدل ہیں یا امت کو ان میں تغیر و تبدل کا حق حاصل ہے، نظری بحث نہیں۔ اس کا تعلق ہمارے تمام عملی مسائل سے ہے۔ روایات ہمارے اس دور کی پیدا کردہ ہیں جس میں ملوکیت اور سرمایہ داری کا نظام اپنے پورے استبداد کے ساتھ مسلط تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ روایات سازی کی ضرورت ہی اسلئے پیش آئی تھی کہ قرآن سے اس مفاد پرستانہ ذہنیت کا جواز مل ہی نہیں سکتا تھا۔ لہذا جب تک یہ عقیدہ قائم رہے گا کہ یہ روایات دین کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس لئے قیامت تک کیلئے واجب الاتباع ہیں۔ آپ سرمایہ داری کی مفاد پرستانہ ذہنیت اور ملوکیت و مشیوخیت کے استبداد سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ اگر آپ یہ فیصلہ کرلیں کہ دین صرف قرآن کے اندر محصور ہے تو پھر آپ ربوبیت عامہ اور حریتِ انسانیہ کا صحیح خداوندی نظام قائم کر سکتے ہیں۔

یہ وجہ ہے کہ طلوعِ اسلام روایات کے دین ہونے اور نہ ہونے کی بحث کو اتنی اہمیت دیتا ہے۔ ہمارے نزدیک مسلمانوں کے مستقبل کا دارومدار اسی ایک مسئلہ کے صحیح حل پر ہے

۳۔ انفرادی مفاد پرستی

کراچی سے ایک طالب علم کا سوال ہے:۔

کیا قرآنی نظام میں انفرادی مفاد (Individual Enterprise) کی گنجائش ہوگی۔؟

طلوعِ اسلام:۔ "انفرادی مفاد" سے مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص ذاتی سرمایہ لگا کر کوئی کاروبار کرے اور اس کاروبار کے منافع کا مالک سمجھا جائے۔ اس سوال کے جواب کیلئے روپیہ کے متعلق قرآن کا نظریہ سامنے رکھ لیجئے۔ بات خود بخود صاف ہو جائے گی۔ قرآن کی رو سے،

(الف) زمین کی انفرادی ملکیت جائز نہیں اسلئے فاضلہ روپئے سے زمین نہیں خریدی جاسکتی۔

(ب) جب زمین نہیں خریدی جاسکتی تو ظاہر ہے کہ جائیداد کی غرض سے مکانات بھی نہیں بنائے جاسکتے۔ قرآن کی رو سے معاشرہ پر لازم ہے کہ وہ تمام افراد کے لئے سکنی مکانات مہیا کرے اس لحاظ سے بھی مکانات کرایہ پر دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ج) روپیہ کو جمع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قرآن کی رو سے چاندی اور سونے کا اکتناز منع ہے اور دولت جمع کرکے گنتے رہنے والوں کے

خلاف بڑی تہدید آئی ہے۔

(د) کوئی شخص بلاضرورت روپیہ صرف نہیں کرسکتا۔ اسے تبذیر کہتے ہیں جس کی قرآن میں سخت ممانعت ہے۔

(ہ) نہ ہی کوئی شخص ضرورت سے زیادہ خرچ کرسکتا ہے۔ اسے اسراف کہتے ہیں اور قرآن کی رو سے اسراف بھی منع ہے۔

اب فرمائیے کہ ایک شخص ذاتی کاروبار سے منافع حاصل کرکے اس روپیہ کو کریگا کیا۔ وہ روپیہ تو اس کیلئے وبال جان ہوجائے گا۔ اس کے پاس اس روپیہ کو رکھنے کیلئے کہیں جگہ نہ ہوگی۔ وہ تو اسے جمع رکھ سکے گا نہ خرچ کرسکے گا۔ اندریں حالات قرآنی نظام میں (Individual Enterprise) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ روپیہ کی ذاتی ملکیت کا تصور اس دور کا پیدا کردہ ہے جب مسلمانوں میں ملوکیت پیشوائیت اور سرمایہ داری آچکی تھی۔ اگرچہ اس دور کے مفاد پرستانہ استبداد نے عہد رسالت مآبؐ کے صحیح واقعات ہم تک پہنچنے نہیں دیئے لیکن پھر بھی کہیں کہیں ایسی کرن نظر آجاتی ہے کہ اس دور میں روپیہ پاس رکھنے کا تصور تک بھی نہیں آتا تھا۔ خود رسول اللہ صلعم کے متعلق اس قسم کے واقعات تاریخ میں باقی رہ گئے ہیں کہ آپ کے پاس جو کچھ آتا تھا آپ اُسے رات سے پہلے پہلے تقسیم کردیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ وفات سے چند لمحات پہلے آپ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھ لیا کہ گھر میں کوئی روپیہ تو نہیں رکھا۔ جو چند درہم موجود تھے جب تک اُنھیں بھی ضروریاتِ عامہ کیلئے نہیں دیدیا اطمینان نہیں ہوا۔ کتب تاریخ میں حضورؐ کا یہ ارشاد بھی باقی رہ گیا ہے کہ انبیاء کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں چھوڑا کرتی یعنی ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ ربوبیت عامہ کے لئے وقف ہوتا ہے ان کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا۔ یہ چیزیں کتب روایات میں موجود ہیں لیکن ہمارا مُلّا رسول اللہؐ کی اس سنت کی طرف کبھی توجہ نہیں دلاتا وہ صرف یہی بتاتا ہے کہ میٹھا کھانا سنت ہے۔ یا اس قسم کی روایات بیان کرتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس اتنے لاکھ دینار تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس مال ومتاع کے لدے ہوئے اتنے اونٹ تھے۔ ایسا بیان کرتے ہیں وہ کبھی نہیں سوچتا کہ ایک طرف تو صحابہ کے متعلق یہ بتایا جاتا ہے، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ وہ رسول اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے (جو رنگ درحقیقت قرآن کا رنگ ہے) اور دوسری طرف وہ یہ بتاتا ہے کہ روپئے پیسے کے معاملہ میں رسول اللہؐ کا عمل وہ تھا اور ان صحابہ کا عمل یہ۔ ہمارے نزدیک رسول اللہؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کے عمل کے پرکھنے کا صحیح معیار قرآن ہے۔ کتب روایات میں ان بزرگوں کی طرف جسقدر ایسے واقعات منسوب کئے گئے ہیں جو قرآن کی تعلیم کے خلاف ہیں وہ سب وضعی ہیں اور اس ملوکیت اور سرمایہ داری دور کی پیداوار ہیں جسے اپنی زراندوزی اور جاگیرداری کے نظام کے لئے اس قسم کی سندات کی ضرورت تھی۔

احمدیت اور اسلام
ختم نبوت

علامہ اقبالؒ کے فتنۂ احمدیت کے متعلق بیانات ہیں جو حضرت علامہ مرحوم نے ۳۶-۱۹۳۵ء میں پریس کو دیئے تھے۔ ساتھ ہی جناب پرویز کا ایک قابل قدر مقالہ ختم نبوت بھی شامل کردیا گیا ہے جس میں فتنۂ مرزائیت پر قرآن کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے۔ ضخامت ۹۶ صفحات۔ قیمت ۱۲ ار۔ ادارہ طلوع اسلام۔ کراچی

صالحین کی زبان

اسلامی جماعت کے اخبار تسنیم (لاہور) کے استقلال نمبر میں امین احسن صاحب اصلاحی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "کونسی شریعت" جس میں زبان کا انداز اس قسم کا ہے :-

اس کے اندر کچھ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ سے ذہنی اور قلمی قحبہ گری کے پیشہ میں مبتلا رہے ہیں۔

اسی طرح کے ذہنی عصمت فروشوں کی ایک ٹولی بھی ہمارے اندر پہلے سے موجود تھی۔

جب ملک میں شریعت کا نظام نافذ ہوگا اور زمام اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی تو یہ زبان (جس کا نمونہ اوپر دیا گیا ہے) پاکستان کی سرکاری زبان قرار دی جائے گی۔

معاملہ کی باتیں

ان تمام امور کی سختی سے پابندی کیجئے۔

(۱) خط و کتابت میں اپنے نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیجئے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت نہ فرمائیے۔

(۲) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا لفافہ بھیجئے۔

(۳) رسالہ ہر ماہ پانچ تاریخ کو حوالۂ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ اگر آپ کو بروقت پرچہ نہیں ملا تو سمجھ لیجئے کہ آپ کا پرچہ محکمۂ ڈاک کی غفلت سے ضائع ہوگیا اس لئے پندرہ تاریخ تک دفتر کو اطلاع دیدیجئے۔

(۴) ڈاکخانہ کی طرف سے رسالہ کی روانگی کیلئے ۵، ۱۰، ۲۰، ۳۰ تاریخیں مقرر ہیں، ان تاریخوں کے علاوہ ہم دوسری کسی تاریخ میں پرچہ نہیں بھیج سکتے۔ اگر آپ نے دفتر کو کوئی شکایت تحریر فرمائی ہے تو تعمیل کیلئے ان تاریخوں کا انتظار فرمائیے۔

(۵) اگر آپ کا چندہ ختم ہوگیا ہے تو دفتر سے آپ کو ایک جوابی کارڈ بھیجا گیا ہے اس کا فوری جواب دیجئے اگر آپ جواب نہیں دے رہے تو آئندہ پرچہ آپ کی خدمت میں وی پی حاضر ہوگا جس کو وصول فرمانا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

(۶) ادارہ طلوع اسلام ایک تبلیغی ادارہ ہے وی پی منگا کر واپس کر دینا اخلاقی جرم کے علاوہ ایک تبلیغی ادارہ کو نقصان بھی پہنچانا ہے۔

(۷) اگر آپ رسالہ کے ایجنٹ ہیں اور آئندہ آپ رسالہ کی ایجنسی جاری رکھنا نہیں چاہتے تو ۲۵ تاریخ سے پہلے پہلے ادارہ کو اطلاع دیجئے اور بلاوجہ ادارہ کو نقصان نہ پہنچائیے۔

آپ کا مخلص منیجر

ادارۂ طلوع اسلام۔ رابسن روڈ۔ کراچی

معراجِ انسانیت

(معارف القرآن — جلد چہارم)

ترجمانِ حقیقت، جناب پرویز کا قلم اور سیرتِ صاحب قرآن علیہ التحیہ والسلام، خود قرآن کے آئینہ میں۔ فی الحقیقت ہمارے اسلامی لٹریچر میں اپنی قسم کی پہلی کوشش ہے اور نہایت کامیاب۔ شروع میں قریب پونے دو سو صفحات میں دنیا کے تمام مذاہب کی تاریخ اور تہذیبی پس منظر ہے۔ اس میں بعض ایسے مذاہب کا بھی تذکرہ ہے جن کا شاید نام بھی آپ نے پہلے نہ سنا ہوگا۔ پھر نادر عنوانات کے ماتحت سیرت حضور سرورِ کائنات جس میں دین کے متنوع گوشے نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔ اصل کتاب بڑے سائز کے ۸۳۲ صفحات پر مشتمل ہے مقدمہ وغیرہ کے ابتدائی پچاس صفحات اس سے الگ ہیں۔

کاغذ اعلیٰ درجہ کا ولایتی گلیزڈ۔ جلد مضبوط اور حسین۔ گردپوش مرصع اور دیدہ زیب۔ ٹائیٹل اور صبح بہار کے عنوانات منقش اور رنگین۔ قیمت بیس (۲۰) روپے۔ محصولڈاک وپیکنگ ایک روپیہ ساڑھے چھ آنے۔

نوادرات

(مجموعہ مضامین علامہ اسلم جیراجپوری)

بڑا سائز

ضخامت چار سو صفحات　　　قیمت چار روپے　　　محصولڈاک نو آنے

ادارۂ طلوعِ اسلام۔ راسبن روڈ۔ کراچی

Regd. No. S. 1089.

Bengal Oil Mills Ltd.

provides for:

Both

INTERNAL & EXTERNAL CLEANLINESS BY PRODUCING

Highly Vitaminised
&
Nutritive Cooking Oil

High Class
Washing Soap which
Cleanses Clothes 'Milky White'

BENGAL OIL MILLS LTD.

Pakistan's Premier Oil & Soap Mills

(Inaugurated by QUAID-E-AZAM)

Telegrams: "BENGALI"

P. O. BOX No. 162
KARACHI-2

Telephone | Office: 3336
Mills: 2008

Only Title Printed at Abbasi Litho Art Press, Frere Road, Karachi and Text Printed at Adbi Press, Robson Road, Karachi, published by Khurshid Alam & issued from Tolu-e-Islam Office, Robson Road, Karachi.